هٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

از تصنیف ماہر معقول و منقول حاوی فروع و اصول محیی السنہ قامع البدعۃ

حاج الحرمین مولینا السید الشاہ ولایت حسین صاحب عنا ئین دیور (صوبہ بہار)

مدت ظلال مکارمہ و فیوضہ بحرمۃ سید الثقلین

کشف التلبیس

المعروف بہ

الہادی

جلد اول

حسب ارشاد

حضرت مولینا مولوی ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار

و مدیر شمس الاسلام۔ بھیرہ (پنجاب)

کارکنان حزب الانصار نے جریدہ شمس الاسلام کے ساتھ

طبع کرایا

(منوہر الیکٹرک پریس سرگودہا)

الحمد للہ الذی ابدع العالم علی احسن النظام واوضح مسالک الدین بتنزیل الکتاب المبین وجعلہ کاشف الحجب الکفر ودافعاً لظلام الاوہام والصلوٰۃ والسلام علی من خصہ بالرسالۃ الشاملۃ العامہ والنبوۃ الکاملۃ التامہ من بین الانام وجعل الدخول فی جنۃ عالیۃ قطوفہا دانیہ منوطاً باتباعہ للخاص والعام والنجاۃ من نار حامیۃ فیہا عین آنیہ مربوطاً بحسن اقتدائہ وان خفی علی الکفرۃ اللئام، وعلی خلفائہ الراشدین المہدیین امام المسلمین خیر الناس بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابی بکر الصدیق، وقاتل الفجرۃ الاشرار دامغ الکفرۃ الفجار راس الہدی واساس التقی معز الاتقیاء مذل الاشقیاء افضل سائر الاصحاب اعدل الاحباب امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب، وجامع القرآن منبع العرفان اکمل الختنین امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین، وصاحب فضائل جلیلہ خصائل جمیلہ خاتم الخلفاء الراشدین ناصر اہل الدین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب وعلی آلہ واحبابہ واہل بیتہ وجمیع اصحابہ الذین شمروا عن ساق الجد وبالغوا فی الجد والجہد لتبیین الحلال والحرام وتوہین اعداء الاسلام الی یوم القیام

اس کے بعد واضح ہو کہ حضرات شیعہ ہداہم اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے سلفاً عن خلف یہ عادت ٹھیری ہوئی ہے۔ کہ محض اپنی روایات موضوعہ واقوال مزخرفہ مخترعہ کو اپنی تصانیف میں بنظر تضلیل عوام ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور اس پر طرفہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہی مفتریات کتب اہل سنت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جس کا آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیچارے بعض جاہل عامی بوجہ اُن شبہات واہیہ کے اپنے مذہب حق سے مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک رسالہ مسمیٰ بہ نور ایمان جس کو ظلمت کفر کہنا بجا ہے

حضرات امامیہ کی طرف سے جس کے مصنف نے شاید غایت حیا کی وجہ سے اپنا نام تک ظاہر نہ کیا ہے بضلاع گیا و پٹنہ میں شائع کیا گیا ہے۔ جس میں مطاعن حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم بہت کثرت سے مندرج ہیں۔ اور اسکے مولف نے غایت تدین و امانت سے اثبات مطاعن کا کتب اہلسنت سے دعوای کیا ہے اور اتباعاً لاسلافہ مخترعات ملاحدہ کو منسوب باہل سنت کرکے غایت تلبیس سے کام لیا ہے۔ اور کہیں اقوال علماء اہل سنت و عبارات کتب میں تحریف کرکے منقول عنہ کا غلط حوالہ دیا ہے۔ الغرض طرح طرح کے مکاید و حیل سے وہ رسالہ مملو ہے۔ ہاں ایک طرز خاص اُس کے مؤلف نے یہ اختیار کیا ہے۔ کہ دو فرضی شخصوں کو سنی شیعہ قرار دے کر باہم مناظرہ کرایا ہے اور پھر اس خیالی سنی کو وہمی شیعہ بنا لیا۔ اور اس طرز و انداز سے دو باتیں ملحوظ خاطر مؤلف معلوم ہوتی ہیں۔ اولاً تسکین دلِ حزین کہ جب شیعوں کے حضرات قبلہ و کعبہ کو بالشافہ علماء اہلسنت سے مناظرہ کی جرأت نہیں ہوتی تو خیر خیالی مناظرہ سے ہی دل ٹھنڈا کر لو۔ مگر کہیں شبنم چاٹنے سے پیاس جاتی ہے۔ اور شاید اسی کے ضمن میں مجتہدین امامیہ کو غیرت دلانی بھی مقصود ہو کہ جب آپ حضرات نے مجتہد العصر و علامۃ الدہر ہو کر یہ شیوہ اختیار کیا کہ ہم لوگ عوام شیعہ تو بڑے جوش و خروش کے ساتھ بڑی بڑی منت و سماجت کر کرا کر آپ لوگوں کو سنیوں سے مناظرہ کے لئے بلائیں اور جب مناظرہ کا وقت آئے تو آپ حضرات مخالف کے مقابلہ سے جان چرائیں؛ جس کی وجہ سے ہزاروں طرح کی ذلتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ چند واقعات اضلاع مظفر نگر و سہارنپور و انبالہ وغیرہ کے شاہد حال ہیں۔ تو خیر اب ہم لوگ اپنا جی اسی خیالی مناظرہ سے خوش کر لیا کریں گے۔ اور آپ لوگوں کو مناظرہ کے لئے لاکر "نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ" کا صدمہ نہ اٹھائیں گے۔ اور دوسرا کید یہ ہے کہ اگر قصہ کے پیرایہ میں کتاب تصنیف ہوگی تو جُہال اپنی تفریح طبع کی ہی خاطر قصہ امیر حمزہ و الف لیلہ کیطرح اس کو دیکھا کریں گے۔ آخر یہ دیکھنا بھالنا کچھ نہ کچھ ضرور شیطانی اثر پیدا ہی کرے گا۔ اور یوں تو لوگ علمی مباحث سمجھ کر ہٹینگے اور دیکھنے سے کنارہ کش ہوں گے۔ مگر ہمارے مؤلف صاحب نے لکل فرعونٍ موسیٰ نہیں سنا ہے۔ اور آپ نے کبھی اپنی ابلہ فریب لن ترانیوں کا مزہ نہ چکھا ہے۔ بہرکیف ہم حضرت کے گوش گذار کئے دیتے ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ برپوش ٭ من انداز قدت را می شناسم

تصنیف و تالیف ایسی چیز نہیں ہے کہ ہر ایک بوالہوس اس کی تمنا کرے۔ اُدھر ایک لاف زن مصنف بننے کا دم بھرے۔ خیر ذرا ؎

قدم رکھنا سنبھل کر محفل رنداں میں او زاہد ٭ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

اب ناظرین باتمکین کی خدمت میں گذارش ہے کہ مؤلف نور ایمان نے دو فرضی مناظر قرار دیئے ہیں ایک علی رضا شیعی دوسرا محی الدین سنی۔ محی الدین نے سنیوں کی طرف سے کچھ تقریر کی ہے اور اس کا علی رضا نے جواب دیا ہے۔ سو میں اس کتاب مسمّٰی بہ کشف التلبیس المعروف بالھادی میں محی الدین کو علی رضا کی جگہ فرض کر کے جمیع ہفوات علی رضا کو محی الدین کی تقریر قرار دونگا۔ اور مولانا سیف اللہ کی طرف سے پھر اس کا دندان شکن جواب عرض کروں گا اور بعض مقام میں جو علی رضا کی پوری تقریر سلسلۂ تحریر میں نہ آسکے گی اس کو سیف اللہ کی تقریر میں سوال وجواب کے طور پر لکھوں گا۔ غرض مؤلف نور ایمان کے کسی شبہ کو انشاء اللہ فروگذاشت نہ کروں گا۔ وَمَا توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل وانا العبد المذنب الذلیل المفتقر الیٰ رحمۃ ربہ الکریم الجلیل المتمسک بالثقلین ولایت حسین عافاہ اللہ تعالےٰ فی الدارین وتوفاہ علیٰ حبہ وحب رسولہ سیدنا محمدؐ وحب آلہ وصحبہ واھل بیتہ المصطفین الحسینی نسبا والحنفی السنی مذھباً والدیوروی موطنا وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ سید الاولین والآخرین وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین

محی الدین شیعی جدید و مولٰنا سیف اللہ کی ملاقات وباہمی گفتگو

محی الدین سلام[1] علیکم **مولٰنا** وعلیکم۔ لیجئے مبارک باد۔ **محی الدین** مولانا صاحب مبارک باد کی وجہ تو ہم پیچھے پوچھینگے۔ مگر یہ تو فرمایئے کیا السلام علیکم کا علیکم ہی جواب ہے؟

مولٰنا ایسے متعجب کیوں ہوئے۔ خیر یہ تو تم جانتے ہوگے کہ کفار کو سلام کا یونہی جواب دینا چاہئے مگر شاید آپ اپنے کو اس جواب کا مستحق نہیں سمجھتے باایں ہمہ اشتباہ کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اہل سنت کا تو سَبُّ الشَّیْخَیْنِ کُفْرٌ مشہور مسئلہ ہے۔ مگر تمہارے جامع عباسی کے باب چہارم میں ہے۔ کہ[2] اگر سنی شیعہ بھی ہوجائے تو بھی حکم اصلی کافر کا رکھتا ہے" (از بدر الدجیٰ)

---

[1] بحذف الف لام بر رسم شیعہ ۱۲ منہ غفرلہ

[2] جامع عباسی کی عبارت یوں ہے۔ فصل دوم۔ در ذکر جاہائیکہ روزہ ایشان صحیح نیست وایشان دہ اند دالے قولہ دہم شخصیکہ کافر اصلی بودہ باشد وبعد از طلوع فجر مسلمان شود روزہ آن روز ازو صحیح نیست دالے قولہ اما ہرگاہ شخصے مرتد شود وباز توبہ کند بر او لازم ہست قضاء روزہ واجبی کہ در ایام ردت ازو فوت شدہ بجا آورد۔ اگر سنی شیعہ شود حکم کافر اصلی دارد کہ قضاء روزہ بر ودنیست[؟]

ف۔ کفار کے سلام کا جواب ۱۲ (حاشیہ:) سنی شیعہ ہو کر بھی کافر رہتا ہے ۱۲

پھر تو آپ باتفاق سنی و شیعہ اس جواب کے مستحق ٹھہرے۔ افسوس نہ آپ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے ۔ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ✤ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

محی الدین۔ اچھا اب مبارک باد کی وجہ بیان کیجئے۔ یہ بے جوڑ مبارکباد کیسی؟

مولانا۔ یہ مبارک باد ملت تبرائیہ و امت ابن سبائیہ کی لال بہی میں نام لکھانے کی ہے۔

محی الدین۔ خیر ملت تبرائیہ تو مذہب شیعہ کو کہتے ہوں گے۔ مگر امت ابن سبائیہ سے کیا مراد ہے؟

مولانا۔ جب تمہیں ابھی تک اپنے اصل اصول و بانی مذہب کی بھی خبر نہیں تو پھر اتنا جلد شیعہ مذہب میں جانا کیا ضرور تھا۔ بھائی! مذہب کا معاملہ بہت نازک ہے پہلے تم پوری اصل حقیقت تو دریافت کر لئے ہوتے۔ مگر تم نے اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور جھٹ پٹ دام شیطان میں آ گئے۔

محی الدین۔ خیر اب آپ ہی بتائیے۔

مولانا۔ اچھا ذرا گوش ہوش سے سنو کہ جب[1] زمانہ کرامت نشانہ حضرات خلفاء ثلثہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم میں بفضل باری اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور کفر ضلالت کا منہ کالا۔ اور شوکت اسلام کے آگے اُن بطالین و کناہین کا کچھ بس نہ چلا تو بہت سے اہل مکر و فساد و بغض عناد پیرایہ اسلام میں آ کر در پے خانہ برانداز ی و فتنہ پردازی ہوئے۔ آخر چونکہ ہر حادث قابل عدم ہے بمقتضائے ہر کمالے را زوالے جوں جوں اختتام خلافت حقہ راشدہ کا زمانہ قریب آتا گیا اسباب تنزل بھی مہیا ہونے لگے۔ آخر زمانہ خلافت خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ میں کچھ لوگ مصر کے باغی ہو گئے۔ تب تو اس وقت کو اُس گروہ خسارت پژوہ نے مغتنمات سے سمجھا۔ اور سب سے پیشدستی کر کے وہ لوگ اطراف و جوانب خصوصاً کوفہ و نواحی عراق سے داخل مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہونے لگے۔ اتفاق سے جب ہی بمشیت الہی خلافت ثالثہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور زیب بخش مسند خلافت حضرت خاتم الخلفاء الراشدین سیدنا امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ و رضی عنہ ہوئے تو اُن مکار مفسدوں نے اظہار مقاصد فاسدہ و مکائد کاسدہ کا موقعہ پایا۔ اور اپنے کو محبان اہل بیت و شیعان علی کہنا شروع کیا۔ اسی جماعت

[1] اور کیوں نہ کہیں صاحب شعد ظفریہ نے تو صاف ہی لکھ دیا ہے۔ کہ اگر کوئی ناصبی کسی مومنہ سے متعہ یا نکاح کی خواہش کرے تو وہ بھی کہے گی کہ تم خلفاء پر تبرا کر لو پھر ہم طیار ہیں۔ چنانچہ اصل عبارت بحث متعہ میں لکھی گئی ہے۔ پس جب تبرا پر عزت و آبرو تک قربان ہے۔ اور اس کی قربانی کے لئے بجز تبرا کے اور کسی اصول مذہب کو تسلیم کرانا ضروری نہیں۔ تو پھر ایسے مذہب کے مذہب تبرائی ہونے میں کسی کو کیا تردد ہو سکتا ہے۔

۱۲ منہ غفرلہ

خسران مآل کا ایک گرو گھنٹال عبداللہ ابن سبا یہودی صنعانی تھا۔ جسے فن مکرد تلبیس میں ابلیس ثانی کہنا بجا ہے مکاری و دغابازی، غداری و حیلہ سازی کا بانی و مبانی ٹھیرانا ہے۔[1] اس کمبخت بددین نے یہ حیلہ نکالا کہ جس کسی کو ذرا بیوقوف وضعیف الایمان دیکھتا علےٰ قدر الاستعداد اُس کو ترغیب محبت اہل بیت مصطفویہ و خاندان نبویہ دیا کرتا۔ اور حضرات خلفار ثلثہ رضی اللہ عنہم کو طرح طرح سے متہم ٹھیراتا۔ جب یہ عقیدہ فاسدہ لوگوں میں مستقر ہوتا دیکھا۔ تو پھر یہ رنگ جمایا کہ جناب امیر افضل الناس بعد ختم الانبیار ہیں (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) اور وصی و خلیفہ بلافصل رسول باصفا۔ آپ نے حیات شریف میں حضرت علی کو خلیفہ و وصی بنایا تھا۔ مگر اور خلفار از راہ غصب خلیفہ بن بیٹھے۔ اور بہت سی روایات موضوعات اثبات خلافت و وصیت مرتضویہ و منقصت خلفار میں لوگوں کو سنائیں اور قضیہ فدک کو جو پہلے ہی طے ہوچکا تھا متمسک ٹھیرایا۔ اور اسیطرح مشاجرات صحابہ کو اس امر کا شاہد بنایا۔ اور ہر ایک کو اس امر کی تاکید کی کہ بوقت گفتگو میرا نام کبھی ظاہر نہ کرنا۔ ہم نے تو فقط بنظر خیر خواہی تم کو حق بات بتائی ہے آخر یہ عقیدہ شنیعہ لوگوں میں جم گیا۔ اور اس میں گفتگو ہونے لگی۔ خلفار ثلثہ و اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر لشکریان علی رضی اللہ عنہ میں لعن وطعن ہونے لگی جب آپ کو یہ خبر ملی تو بر سر منبر آپ نے ان بے دینوں سے اپنی بیزاری ظاہر کی۔ اور بہتیروں کو ڈرایا دھمکایا۔ اس کے بعد اس کمبخت

---

[1] صاحب منتہی الکلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ گر شنیدہ کہ چوں آن یہودی شقی و کور باطن غوی بچشم خود دید کہ سفیدہ صبح دین محمدی از مشرق خلافت خلفار راشدین رسیدہ (الے قولہ) انواع مکاید و حیل برائے شکست اسلام و فتح کفار لئام برانگیختہ و سودے بر آن مترتب نشد۔ آخر بارادہ فتنہ انگیزی چنانکہ صاحب مجمع البحرین اعتراف بآن کردہ در لباس اسلام درآمد و از مذہب یہود بحسب ظاہر توبۂ نصوح اختیار نمود باز موالات مرتضوی ظاہر گرد و داد غلو داں گرفت وانچہ در یہودیت اعتقاد خود را در بارہ یوشع وصی حضرت موسےٰ علیہ السلام ظاہر میکرد برائے حضرت امیر تجدید داد اول کسے کہ قول بفرضیت امامت بلافصل آنجناب بر زمانہ آورد ہمیں کذاب و یہودی خانہ خراب است و نیز اول کسے کہ رسم تبرا در عالم پیدا کرد و گفت کہ خلفائے ثلثہ و اعوان و انصار شان لائق تولا نیستند بلکہ معادات ایشان از ضروریات است و مخالفین حضرت امیر کافر اند و بہرہ از ایمان ندارند ہمیں ملعون ابدی و مردود سرمدی است و از ینجاست کہ بر السنہ بنی آدم در اطراف و اکناف عالم شہرت تمام یافتہ کہ مذہب رفض ماخوذ از یہود اشقیا است۔

یہودی نے جب دیکھا کہ لوگ اس عقیدۂ فاسدہ میں راسخ ہوگئے تو اپنے اخص الخواص وشاگردان خاص سے بہت عہد وپیمان کے بعد یہ بیان کیا کہ جناب امیر سے وہ امور صادر ہوتے ہیں کہ طوق بشر سے خارج ہیں۔ اور یہ خواص الوہیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں حلول فرماتا ہے۔ بلکہ حضرت علی ہی خدا ہیں نعوذ باللہ ولا الٰہ الا اللہ مگر ؎

سۃ نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا"

یہ خبر وحشت اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہونچی۔ آپ نے اُس یہودی ناہنجار اور اسکے اتباع نابکار کے جلا دینے کا حکم فرمایا۔ تب وہ براہ مکاری بہت گریہ وزاری وتوبہ وشرمساری سے پیش آئے۔ آخر خلیفہ برحق نے ان اخوان الشیاطین کو مع ان کے پیر ومرشد کے شہر بدر کرادیا۔ اور مدائن بھجوادیا۔ جب وہ خبیث وہاں پہونچا تو پھر اپنی خباثت مرکوزہ وشرارت مکنونہ کی اشاعت میں لگا۔ یہاں تک کہ اس کا مذہب باطل عراق وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شایع ہوگیا۔ خذلہ اللہ تعالیٰ واتباعہ وتبعیہ واشیاعہ۔

ادھر حضرت امیر المومنین کو بوجہ مہمات ملکی ونزاع باہمی اس ملعون کی طرف کچھ توجہ نہوئی۔ ورنہ اسی وقت ان خبیثوں کی عقائد خبیثہ کا استیصال ہوجاتا۔ بالجملہ اس یہودی خبیث کی تشکیکات وتلبیسات کی وجہ سے لشکریان جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی چار جماعتیں ہوگئیں۔

اوّل فرقہ کا نام شیعہ اولیٰ تھا۔ جو اُس یہودی کے دام میں نہ آیا وافضلیت خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا بترتیب خلافت قائل رہا۔ اور جسنے تمام صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم کو معظم ومحترم اور اپنا مقتدا وپیشوا سمجھا۔ اور کسی کی ادنے تنقیص کو بھی جائز نہیں رکھا۔ اور اسی فرقہ سے جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی وخوش تھے۔ اور یہی لوگ ملقب باہلسنت وجماعت ہوئے۔ فرقہ ثانیہ شیعہ تفضیلیہ ہوا کہ اگرچہ وہ حقیت خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کا قائل تھا۔ مگر جناب امیر ہی کو سب پر تفضیل دیتا وافضل سمجھتا رہا۔ اور یہ فرقہ ادنے تلامذہ ابن سبا سے ہوا۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے ان کی تہدید کی اور فرمایا کہ اگر کسی سے ہمنے سنا کہ مجھے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل دیتا ہے۔ تو میں اُسے اسّی کوڑے حد تہمت کے لگاؤں گا۔ فرقہ ثالثہ تبرائیہ شیعہ تھا جس نے جناب امیر کو وصی وخلیفہ برحق وتمام صحابہ رضی اللہ عنہم ولعن اعداہم کو فاسق وخائن بلکہ کافر ومنافق کہا۔ اور اسی کے متبعین میں اب شیعہ اثنا عشریہ ہیں فرق اللہ جمعہم وشتت بین قلوبہم بمحمد وآلہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم قدر حسنہ

سلہ یعنے جب دشمنان صحابہ نے اپنے کو شیعان علی کہنا شروع کیا۔ تو اہل سنت نے اس لقب سے احتراز کیا۔ ۱۲ منہ۔

وجمالہ آمین۔ اور فرقہ رابعہ جو الوہیت جناب امیر کا قائل تھا مسمیٰ بہ شیعہ غالیہ ہوا۔ لعنہم اللہ تعالےٰ فی الدارین۔ (تحفہ) کہو میاں محی الدین اب تو تمہیں امت ابن سبا کا حال معلوم ہو گیا پھر ایسا باطل مذہب اختیار کرنا کیا عاقل کا کام ہے؟

محی الدین۔ یہ قول مشہور حضرت علی علیہ السلام کا اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ آپ کے نزدیک درست و صحیح ہے یا نہیں؟

مولانا۔ بیشک صحیح[1] ہے۔

محی الدین۔ پھر بالفرض یہودی نہیں مجوسی ہی سہی کیا اگر وہ کوئی حق بات کہے تو قابل تسلیم نہیں ہوگی؟

مولانا۔ کیوں نہیں۔

محی الدین۔ جب دلائل قویہ سے حقیت مذہب شیعہ ثابت ہو گئی تو پھر کیا یہودی نہیں ابلیس ہی موجد ہو اتباع حق چاہئے۔ اور دوسرے اس کو ہم کب مانتے ہیں کہ سب خلفاء ثلثہ کو حضرت وصی برحق نے مکروہ سمجھا۔ اور برا کہنے والوں پر آپ نے انکار فرمایا۔ یہ سب سنیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

مولانا۔ اگر تمہاری کتابوں سے ہی ثابت ہو جائے تب تو مانو گے۔

محی الدین۔ ضرور۔

مولانا۔ تو آپ مستعد ہو کر سنو۔

(۱) نہج البلاغۃ میں یہ مقولہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا مرقوم ہے۔ انہ سمع قوما من اصحابہ یسبون اهل الشام ایام حربهم بصفین قال امیر المومنین فانی اکره لکم ان تکونوا سبابین۔

(۲) کشف الغمہ[2] مصنفہ علی بن عیسےٰ اثنا عشری میں جو معتمدین شیعہ سے ہے مرقوم ہے۔ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف هل یجوز قال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفه بالفضۃ فقال الراوی اتقول هکذا فوثب الامام عن مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق

(۱) تبرا کی حرمت از کتب شیعہ۔

---

[1] روایۃً ثابت ہو یا نہ ہو مگر معنےً صحیح ہے کما روی عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدها فهو احق بها ۱۲ منہ غفرلہ اللہ لہ

[2] ملا اردستانی در بحث امامت تصریح و تنصیص برآن کردہ کہ اینچہ صاحب کشف الغمہ ذکر مے کند مقبول و مطبوع فریقین مے باشد (منتہی الکلام) والمرء یوخذ باقرارہ ۱۲ منہ

فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا و الآخرۃ[1] (از ذو الفقار)
یعنی امام ابوجعفر محمد باقر (رضی اللہ عنہ و عن آبائہ الکرام) سے تزئین سیف کا حکم پوچھا گیا۔ فرمایا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مزین فرمایا تھا۔ سائل نے کہا (جو شاید رافضی تھا) آپ ایسا کہتے ہیں (یعنی ابو بکرؓ کو بلقب صدیق پکارتے ہیں) یہ سنکر حضرت امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور فرمایا بے شک وہ صدیق ہیں بے شک وہ صدیق ہیں بے شک وہ صدیق ہیں۔ جو شخص اُن کو صدیق نہ کہے خدا اسکی بات[2] دنیا و آخرت میں سچی نہ کرے۔

(۴۳) تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی معتبر تفسیر ہے۔ اُس میں آیہ کریمہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ کی تفسیر یوں کی ہے۔ قِیْلَ الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ ابو بکر عن ابی عامہ والکلینی یعنی صدق کے لانے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے ابو بکر۔ پس جس کو خدا تعالےٰ المتقی فرمائے اور اسکے صلاح و تقویٰ کی گواہی دے۔ اسکو بُرا کہنا جس قدر شنیع ہے۔ اہل ایمان سے مخفی نہیں۔

(۴۴) صاحب فصول جو اکابر شیعہ سے ہیں حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہ قال لجماعۃ خاضوا فی ابی بکر و عمر و عثمان الا تخبرونی انتم من المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ قالوا لا۔ قال فانتم من الذین تبوؤا الدار و الایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم قالوا لا قال اما انتم فقد برئتم ان تکونوا احد ھذین الفریقین وانا اشھد انکم لستم من الذین قال اللہ تعالیٰ والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا

[1] اس روایت سے جسطرح حضرت ابو بکر کا صدیق ہونا معلوم ہوا یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ مقتدائے دین اور امام الائمہ تھے۔ نیز یہ کہ امام باقر کا یہ ارشاد از راہ تقیہ نہیں تھا۔ کیونکہ آپ اس وقت آپکی خاص جماعت میں تھے ورنہ راوی کو ترک تقیہ قول امام پر اعتراض کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ ہاں یہ کہ سکتے ہیں کہ بزدلی و حق پوشی کا فقط ائمہ پر خاتمہ ہے۔ شیعیان ائمہ ایسے ڈرپوک نہیں ہوتے ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] حضرت امام باقر ہی کی بد دعا کا اثر ہے۔ کہ حضرات شیعہ کذب و افترا میں طاق اور جھوٹی لن ترانیوں میں مشتاق ہوتے ہیں ۱۲ منہ عفی

علا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم (ذو الفقار) یعنی فرمایا امام باقر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جو خلفاء ثلثہ کی بدگوئی کر رہے تھے (اگر وہ حضرات ان مہاجرین میں جنکی خدا توصیف فرماتا ہے نہیں ہیں تو) کیا تم ان مہاجرین سے ہو۔ جو اپنے گھروں سے اپنے مالوں سے خداوند تعالےٰ کے فضل و رضا کی طلب میں نکالے گئے اور (ہمیشہ) خدا و رسول کی مدد کرتے رہے ان لوگوں نے کہا نہیں۔ (یعنی ہم اس کے مصداق نہیں ہیں) پھر امام نے فرمایا کیا تم ان لوگوں میں ہو جنہوں نے مہاجرین کے قبل اس گھر (مدینہ) اور ایمان کو اختیار کر رکھا تھا اور اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دوست رکھتے تھے۔ جواب دیا نہیں۔ تب امام نے فرمایا تم آپ ہی ان دونوں جماعتوں سے (مہاجرین و انصار کے جن کی تعریف قرآن مجید میں مذکور ہے) الگ ہو گئے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اُن لوگوں میں نہیں ہو۔ جن کی شان میں حق سبحانہٗ فرماتا ہے کہ وہ اپنے اگلوں کے لئے کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب بخش دیجئے ہمیں اور اُن بھائیوں کو جو ہم سے ایمان میں سابق ہیں۔ اور نہ ڈال ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کی طرف سے۔ بے شک تو بڑا رافت والا مہربان ہے۔

(۵) جامع الاخبار میں جو شیعوں کی کتب معتبرہ سے ہے مسطور ہے۔ قال النبی من سبنی فاقتلوہ و من سب اصحابی[۱] فاجلدوہ (از بدر الدجی) یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو ہمیں برا کہے اسکی گردن مارو۔ اور جو میرے صحابہ کو برا کہے اُس کے کوڑے لگاؤ۔

(۶) اطواق الحمامہ کے آخر بحث امامنہ میں سوید[۲] بن غفلہ سے یہ روایت منقول ہے "میں ایک
تصنیف شیعہ ۱۲

---

[۱] حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم جو متفق علیہ بین الفریقین ہے (رواہ مجلسی ص ۵۵ فی البحار و غیرہ فی غیرہا) جب اس سے تمام صحابہ کی توثیق اور اُن کا مقتدائے امت ہونا ثابت دیکھا تو رواۃ شیعہ نے ایک دم پھلا لگایا۔ قیل یا رسول اللہ من اصحابک قال اہل بیتی ذرہ ان سے کوئی پوچھے تو کہ تمہارے نزدیک جب سب و انکار توہین نبوت کے توہین امامت بھی کفر ہے۔ تو اسجگہ سب اصحاب و سب رسالتماب میں کیوں تفریق کی گئی۔ پس یا تو اپنے عقیدہ کو غلط سمجھو یا اپنی تاویل و تحریف کو باطل مانو۔ بھلا آنحضرت کو ابتدا ہی اہلبیتی کہنا کیا دشوار تھا (اگر آپ کا یہ مقصود ہوتا) کہ اسقدر سوال و جواب کی لاطائل ضرورت لاحق ہوئی۔ غیر متبادر اور اختراعی معنے ملحوظ رکھکر کلام کرنا افصح الفصحا کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ علاوہ اسکے یہ تطویل بھی بقاعدہ شیعان غیر مفید ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اہل بیت سے فقط آئمہ اثنا عشر مراد ہیں اور اہل بیت کو تو خدا جانے کذاب وغیرہ کن کن محترم لقب سے یاد کرتے ہیں۔ پس جب اہلبیت میں شیعوں نے تخصیص کر لی پھر اہلبیتی کے بڑھانے سے کیا حاصل ہوا ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

[۲] بعض علماء شیعہ نے الزام سے بچنے کیلئے سوید بن غفلہ پر جرح کر کے اسکو غیر معتبر کہہ دیا تھا اسکی نسبت صاحب منتہی الکلام فرماتے ہیں "ملاحظہ این ہفوات و تعصبات باعث کمال وحشت میشود۔ زیراکہ ہر دو امام اعظم در کتاب رجال خلاصۃ الاقوال و علی ابن احمد عقیقی و حسن بن داؤد و صاحب تلخیص اطراو مبالغہ در مدح او کردہ از جملہ اولیائے جناب مرتضوی و خلص اصحاب حسین
[illegible] اولیا شمردہ اند انتہٰی ۱۲

قوم کے پاس سے گذرا جو ابوبکر و عمر کی بدگوئی کر رہے تھے۔ میں نے اسکی خبر جناب امیر کو دی اور عرض کیا کہ اگر وہ لوگ یہ نہ سمجھے کہ اس کام کیلئے آپ نے ہی اپنے کو پیٹ اور اُن کو منہ بنا رکھا ہے تو وہ ہرگز ایسی جرأت نہ کرتے۔ اور اس گروہ کا سردار عبداللہ بن سبا[ف۱] تھا۔ جسنے اوّل توہین شیخین کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ سنکر جناب امیر نے داستعجابًا فرمایا "خدا کی پناہ خدا رحم کرے ان دونوں دشیخین) پر"۔ پھر اُٹھے اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے داخل مسجد ہوئے۔ اس کے بعد منبر پر چڑھے اور اپنی سفید[ف۲] داڑھی پکڑ کر رونے لگے۔ یہاں تک روئے کہ آنسو ریش مبارک پر بہ پڑے۔ اور آپ ادھر اُدھر دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے۔ اُس وقت آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ "اُس قوم کا کیا حال ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں کے اور آپ کے دو وزیر اور دو یاروں کی اور قریش کے دو سردار اور مسلمانوں کے دو بابوں کی بدگوئی کیا کرتے ہیں۔ اور میں اس قوم کی بدگوئیوں سے بیزار ہوں۔ اور میں ان کو اس بدگوئی کی سزا دوں گا۔ یہ دونوں حضرات دشیخین) خدمت نبوی میں کمال وفاداری اور سعی کے ساتھ حاضر رہے۔ اور انہوں نے راہ خدا میں کوششیں کیں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہے۔ فصل خصومات اور تادیب کرتے رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اُن دونوں کی رائے کے برابر نہ کسی کی رائے کی وقعت تھی اور نہ آنحضرت کو ان دونوں کی ایسی کسی سے محبت جس کی وجہ یہی تھی کہ آپ احکام خداوندی میں ان حضرات کی پختگی کو ملاحظہ فرماتے رہے۔ اور آنحضرت نے ایسی حالت میں انتقال فرمایا کہ آپ اور تمامی مسلمان شیخین سے راضی و خوش تھے۔ اس پر بھی اپنے معاملات وعادات میں ان حضرات نے نہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور نہ بعد وفات شریف کبھی آنحضرت کے حکم اور رائے سے تجاوز فرمایا۔ یہاں تک کہ اُسیطرح ان صاحبوں نے انتقال کیا۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔ اُس ذات پاک کی قسم ہے جسنے دانہ کو اُگایا اور جانیں پیدا کیں ان دونوں صاحبوں سے اُسی شخص کو محبت ہو گی جس میں ایمان ہے۔ اور اُسی کو عداوت ہو گی جو بدنصیب بے دین ہے۔ بے شک شیخین کی محبت عین عبادت ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا خروج از دین ہے" (از بدر الدجیٰ)

(۷) اور دوسری روایت اسی کتاب کی یہ ہے۔ لعن اللہ من اضمر لھما الا الحسن الجمیل وسترٰی ذالک ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ارسل الی ابن سبا فسیرہ[ف۳] الی المدائن وقال لا تساکنی فی بلدۃ ابدًا۔ یعنی جو شخص شیخین سے بجز حسن عقیدت کے دل میں کچھ اور رکھتا ہو خدا اُس پر لعنت کرے اور تم اسے عنقریب دیکھ لوگے (یعنے جناب امیر کے حسن ظن اور اثر خلوص کو جو حضرات شیخین سے ہے) پھر آپ نے

ف۱ موجودہ مذہب شیعہ ابن سبا سے ہے۔ ف۲ جناب امیر کی داڑھی بڑی تھی۔ ف۳ ابن سبا کو جناب امیر نے جلا وطن کر دیا۔

عبداللہ ابن سبا کے پاس آدمی بھیجے اور اس کو مدائن کی طرف نکلوا دیا۔ اور فرمایا اے ابن سبا، تو کبھی میرے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہ سکتا ہے۔"

ان روایات اور خصوصاً پچھلی دو روایتوں سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوئے۔ جن سے بشرط انصاف مذہب تشیع کا خاتمہ ہی ہو گیا۔

(۱) حضرات شیخین کو برا کہنے والا اور اُن سے برا گمان رکھنے والا بقول جناب امیر ملعون و مردود ہے۔

(۲) تبرائیوں کا ملجا و ہادی و تبرا کا موجد و مبدا ابن سبا یہودی ہے۔

(۳) جناب شیر خدا نے خلفاء ثلثہ کی بیعت از راہ تقیہ نہ کی تھی ورنہ اپنے زمانہ خلافت میں ڈر و تقیہ سے تعریف کرنے کی حاجت ہی کیا تھی ورنہ کہنا پڑے گا کہ معاذ اللہ لقب تو شیر خدا کا پاویں۔ اور کام وہ کریں جس سے پیرزال کو بھی شرم آئے۔ شیخینؓ کا رعب و خوف اپنے زمانہ خلافت میں بھی آپ کے سویدائے قلب سے نہ گیا اور وہی ڈر پھوکوں کی باتیں عمر بھر کرتے رہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہی شیر خدائی ہے تو ایسی شیر خدائی کو بھی سو سلام۔ فی الحقیقت اوس کمونت یہودی نے خلفاء ثلثہ کے ساتھ حضرت شیر خدا کو بھی نہیں چھوڑا۔ مگر شیعان پاک کے عقل و فہم کو شاباش کہ مذمت کا نام مدح رکھیں اور توہین اہل بیت کو عین تحسین سمجھیں ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔

(۴) جناب امیر کا شیخین کے ساتھ بدظنی رکھنے والوں پر لعنت کرنا از راہ تقیہ نہیں ہے۔ ورنہ یہ لعنت آپ ہی کی طرف عائد ہو گی اعاذہ اللہ من ذالک۔

(۵) جس طرح نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام معصوم کو اپنا بھائی فرمایا اسی طرح امام معصوم کرم اللہ وجہہ نے جن کا کلام مثل کلام نبی غیر محتمل الکذب ہے برادر نبی علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات قرار دیا۔ پس حدیث اخوت سے حضرات شیخینؓ پر افضلیت مرتضوی ثابت نہ ہو گی۔

(۶) خلیفہ ہونا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا بحکم نبوی تھا۔ ورنہ اسکے کیا معنے کہ جب وہ حضرات ہر ایک جز و کل میں متبع ارشاد نبوی تھے تو انہوں نے امر خلافت میں ارشاد نبوی کا کس طرح خلاف کیا۔ اور جب خلافت ہی ناجائز ٹھیری تو اور امور جو مبنی علے الخلافت تھے کیسے حق ہوئے۔

(۷) جناب امیر کو خلیفہ نہ بنانا بھی بامر حضرت خیر البشر تھا صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

ف۱ شیخین کو برا کہنا بقول مرتضوی موجب لعنت ہے۔ ف۲ حدیث اخوت کا جواب۔

ف۱ اس سے بھی تقیہ بطلان ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امیر نے از راہ تقیہ بیعت و اتباع شیخین نہیں کی تھی۔ کیونکہ یہ خود ان کے زمانہ خلافت کا واقعہ ہے۔ اس وقت جھوٹ بول کر بقول خود ملعون بننے کی کیا ضرورت تھی ۱۲ منہ غفرلہ۔

(۸) حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک نہ دینا یہ بارشاد نبوی تھا نہ از روئے غصب۔

(۹) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما مسلمانوں پر اسد رجہ شفیق و رحیم تھے اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی شان ایسی غالب تھی کہ جس کے باعث حضرت ابو الائمہ کی جناب سے ابو المسلمین کا معزز خطاب انہیں عطا ہوا۔ اب حضرات شیعہ کا اُن پر ظلم و تعدی و حقوق اہل بیت کے غصب کا اتہام لگانا خود جناب امیر کو بلا ضرورت دروغگوئی کا الزام دینا ہے۔

(۱۰) حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی رائے ایسی صائب اور بارگاہ رسالت میں ان کی ذات خجستہ صفات ایسی مقبول تھی جن کی رائے کے مقابلہ میں کسی کی رائے تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔

(۱۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرات شیخین کی سی کسی سے محبت نہ تھی۔

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا وفات شریف حضرات شیخین سے خوش رہے۔

(۱۳) کل مسلمان جن میں حضرت امیر بھی شامل ہیں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے راضی رہے۔

(۱۴) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مرتد و منافق نہ ہو گئے تھے۔

(۱۵) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جس طرح حیات نبوی میں دائرہ ارشاد نبوی سے کبھی باہر نہ ہوئے۔ بعد وفات شریف بھی اُن کی یہی حالت رہی۔

(۱۶) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما دنیا سے ایمان کامل اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔

(۱۷) جناب امیر نے ان کیلئے دعائے رحمت کی، شیعوں کی طرح لعنت نہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ لعنت کرنے والوں کو ملعون و مردود بارگاہ الٰہی سمجھتے تھے۔

(۱۸) محب شیخین رضی اللہ عنہما مومن کامل ہے اور اُن کا دشمن شقی خاذل۔

(۱۹) محبت شیخین رضی اللہ عنہما عبادت ہے اور اُن سے بغض موجب ضلالت۔

(۲۰) جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی ریش مبارک بہت لمبی چوڑی تھی نہ کہ مدعیان ولائے اہلبیت کی طرح خشخشی یا صاف چوپٹ۔

ارے بھائی محی الدین کچھ سمجھے بھی؟ غالباً اب تو تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ حضرات شیعہ جو صحابہ کرام خصوصاً حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی جناب میں الفاظ گستاخانہ و سفیہانہ استعمال کرتے ہیں بلکہ اُن پر لعن کرنے کو واجب بلکہ افضل العبادات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین مجلسی کے باب ۶ فصل ۱۹ میں درباب ضروریات مذہب شیع لکھتا ہے۔

"و وجوب[ف] بیزاری از ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید و جمیع خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کہ دعوی امامت و خلافت بناحق کردند و لعن و برات از طلحہ و زبیر و عائشہ و ابن ملجم" انتہی مختصراً۔ پھر مجلسی لکھتا ہے:-

ف ۱ وجوب تبرا از خلفائے ثلثہ بر طریق شیعہ

"در باب برارت از ابوبکر و عمر و احزاب ایشان و سائر اعدا و مخالفان ایشان احادیث متواتره[1] وارد شدہ است کہ ہر کہ بیزاری ایشان نجوید شیعۂ ما نیست بلکہ دشمن ماست" انتہیٰ۔

کتنی وقاحت اور خسران کی بات ہے جن کے حق میں حضرت علی ایسا عالم ماکان وما یکون (فی زعم الشیعہ) و معصوم محض دعائے خیر کرے۔ اور ان کو کامل الایمان و محبوب بارگاہ رسالت فرمائے ان کو یہ ابن سبائی بُرا کہیں اور پھر دعویٰ متابعت کریں ع

این خیال ست و محالست و جنون"

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ دیکھو مجلسی حق الیقین میں لکھتا ہے۔

"از حضرت باقر منقول است کہ نیست شیعہ ما مگر کسیکہ اطاعت خدا کند و ابن ادریس در سرائر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ نیست شیعۂ ما مگر کسے کہ بزبان دعوی تشیع کند و مخالفت کند ما را در اعمال ولیکن شیعہ ما کسے ست کہ موافقت کند باما بزبان و دل و متابعت کند آثار ما را و عمل باعمال ما نماید وایشانند شیعان ما" انتہیٰ

محی الدین بے شک آپ کی اس تحقیق سے یقین ہو گیا کہ حضرت شیخین بلکہ کسی صحابی پر لعن وطعن کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ ان پر لعن کرنے والا اور انہیں برا کہنے والا حسب ارشاد امام معصوم مردود و لعین و شقی خارج از دین ہے۔

مولانا۔ پھر تم ہی انصاف سے کہو کہ حرام کو حلال بلکہ واجب و عبادت سمجھنے والا کون ہوتا ہے

محی الدین۔ ایسا شخص تو کافر[2] ہو جاتا ہے۔

مولانا۔ پھر ایسے مذہب کو اختیار کرنا جس کے اصول میں کفر داخل ہو گیا ایمان والے کا کام ہے۔

---

[1] متواترات میں تخالف و تہافت عجائبات خاصہ مذہب شیعہ سے ہے۔ ایک متواتر روایت سے تو بقول مجلسی مذمت شیخین ثابت ہوتی ہے اور دوسری سے مدح شیخین۔ روایات سابقہ نہج البلاغہ وغیرہ سے مدائح شیخین وغیرہ اچھی طرح ثابت ہو چکی ہیں۔ اس تخالف کا جواب شیعوں کے پاس کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ روایات مدح کو تقیہ پر حمل کریں اور جناب امیر سے لیکر کل آئمہ تک کو بزدل اور ڈرپوک کہیں۔ حالانکہ احتمال تقیہ بالکل بے بنیاد ہے۔ کما مر آنفا ۱۲ منہ غفرلہ

[2] اس پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حرام قطعی کو حلال جاننا البتہ کفر ہے ورنہ یوں تو سنیوں میں بھی کتنی چیزوں کو جنہیں حنفی حلال کہتے ہیں اور شافعی حرام فرماتے ہیں اس قاعدہ سے سب کے سب کافر ہو جانا چاہئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہج البلاغہ شیعوں کے یہاں متواتر قرآن سے زائد صحیح ہے اور آئمہ اہلبیت کو بھی معصوم خطاء سے محفوظ سمجھتے ہیں تو جب قول معصوم سے بطریق تواتر سب الشیخین کی حرمت ثابت ہو گئی تو اس کا منکر ضرور کافر زندیق ہو گا بخلاف اہل سنت کے کہ یہاں اختلاف فروع ظنیہ میں ہے نہ اصول متواترہ یقینیہ میں فتدبر ۱۲ منہ غفرلہ

محی الدین ہو سکتا ہے کہ کسی متعصب شیعہ نے اس کو جائز و واجب لکھدیا ہو اور جہلائے شیعہ میں بوجہ تعصب مذہبی اس کا عام رواج ہو گیا۔ اور کسی مردود قول کا جہلا میں مروج ہو جانا دلیل حقیت نہیں ہے۔ دیکھئے تعزیہ داری وغیرہ کو کیا علمائے اہل سنت جائز کہتے ہیں؟

مولانا۔ معاذ اللہ۔ علمائے اہل سنت تو ان خرافات کو از قبیل بت پرستی سمجھتے ہیں۔

محی الدین۔ مگر ہزاروں جاہل بلکہ بہتیرے شد بد کرنے والے سنی شیعوں سے زیادہ تعزیہ داری کا اہتمام کرتے ہیں تو کیا اسوجہ سے اس کو مذہب اہل سنت کہیں گے۔ غرض جہلائے شیعہ کے تبرائی ہونے سے اصل مذہب شیعہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اصل مابہ الفرق مذہب سنی و شیعہ میں بحث خلافت ہے۔ اگر خلافت خلفائے ثلثہ ناحق ثابت ہوئی۔ تو پھر ہماری جیت ہے۔ ورنہ الٹی چیت۔

مولانا۔ یہ تو تمہاری ناواقفیت کی باتیں ہیں۔۔۔۔ اچھا کہو خلافت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

محی الدین۔ ہم تو کہتے ہیں کہ خلافت سے[۱] یہ مراد ہے کہ جس کام کے لئے خداوند عالم نے رسول مقبول (صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم) کو بھیجا ہے۔ اس کی نیابت کے لئے یعنی حق تعالیٰ کے احکام پہونچانے اور پھیلانے کے لئے۔ خدا کی سچی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے۔ نور ایمان چمکانے کے لئے حق العباد، حق اللہ بتانے کے لئے۔ منہیات سے بچانے کے لئے وغیرہ وغیرہ

مولانا۔ پھر اس سے شیعوں کا مطلب کیا ثابت ہوا۔ ان امور میں تو انشاء اللہ تعالےٰ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم ہی اول نکلینگے۔ طرفین کی سیر و تواریخ ملاحظہ فرمایئے ان ہی حضرات کی طفیل آج ایران، خراسان وغیرہ میں علی علم[۲] کی دھوم ہے۔ پس جس سے امور متعلقہ خلافت

فلسفہ خلافت کی بحث۔

---

[۱] ابطال امامت میں نہایت بسیط و متین کتاب مسمی بہ مطرقۃ الکرامہ مصنفہ امام المتکلمین مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سلمہ اللہ القوی مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہے۔ جسکی خوبی کچھ دیکھنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ شائقین ضرور اس لاجواب کتاب سے فائدہ اٹھائیں جلد اول کی قیمت ۸ / منہ غفر لہٗ ۱۲

[۲] جب تقیہ جناب امیر و دیگر ائمہ پر فرض تھا جس کی وجہ سے وہ حق گوئی سے باز رہے۔ خلافت غصب ہو گئی فدک چھن گیا۔ خلفاء نے طرح طرح کے مظالم اور مفاسد پیدا کئے۔ قرآن میں تحریف ہوئی۔ مگر جناب امیر کے منہ سے کبھی کوئی کلمۃ الحق نہیں نکلا۔ بلکہ ہمیشہ خلفائے ثلثہ کے ہم نوالہ و پیالہ رہے۔ اُن کے مظالم کے روکنے کی کبھی جرأت نہ کی۔ پھر آپ کیسے نائب رسول اللہ تھے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق میں کفار کے ہاتھوں ہزار طرح کی اذیتیں سہیں۔ اور پھر باز نہ آئیں۔ اور جناب امیر خلفاء کے خوف سے حالانکہ آپ کی موت و حیات آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اُن غاصبین و ظالمین کی قوت بازو بن جائیں۔ ان ھذا لشیئ عجاب ۱۲ منہ غفر لہٗ۔

انجام پاویں اور عامہ اہل اسلام اسکو خلیفہ تسلیم کریں وہی خلیفہ ہے۔ تمہاری کلام کے موافق بھی خلافت کچھ میراث پدری نہیں تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے ورثہ ہی مستحق ہوتے۔ اور اگر یہ دیکھا جائے کہ چوبیس پچیس برس تک جناب امیر نے اپنے فرائض منصبی یعنی حق نیابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ادا نہ کیا بلکہ ہمیشہ بزعم شیعہ اُن ہی ظالمین غاصبین کی منہ دیکھی باتیں کرتے رہے تو ہر عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ میں ہرگز اُس وقت تک نیابت رسول اللہ کی صلاحیت نہیں تھی۔ چہ جائیکہ آپؓ کو نائب رسول اللہ کہا جائے۔ سُبحان اللہ! بقول آپ کے نائب تو بنے تھے تبلیغ احکام و تعلیم حقوق اللہ و حقوق العباد کے لئے اور کیا اخفا۔ نیابت تھی نور ایمان چمکانے کی۔ اور تقیہ پھیلا کر ظلمت نفاق کو جلا دیدیا۔ خلافت تھی منہیات سے بچانے کی۔ اور خود ہی اس میں مبتلا ہو گئے۔ اور خلفائے جور کے ہم کاسہ و ہم پیشہ بنے رہے۔ بھلا کوئی کہے تو کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی ایذا مشرکین کے خوف سے اُن کے منہ دیکھی بات کی۔ اور اظہار حق میں ذرہ برابر بھی کبھی فرق آنے دیا۔ حضور اقدسؐ اور جناب امیر کے طرز عمل کو بطور شیعہ دیکھئے تو لاریب آیہ کریمہ **فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ** یاد آتی ہے۔

محی الدین۔ بہرکیف۔ اچھا یہ فرمائیے۔ اگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں کسی کو اپنا جانشین ووصی کیا ہو۔ تو بے شک وہی شخص مستحق خلافت تھا۔ کیونکہ ایسا امر عظیم حضرت رسول خدا نے (صلے اللہ علیہ وسلم) بغیر حکم خداوند عالم کے صرف اپنی رائے سے ہرگز نہ کیا ہوگا پس اگر بحکم خدا وصیت کی اور کسی کو اپنا جانشین قرار دیا۔ تو کس کی مجال ہے کہ اس کے خلاف زبان کھولے۔

مولانا۔ بے شک آپ کی مخالفت کی توقع ادنےٰ مسلمان سے بھی نہیں۔ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا ذکر۔ باقی رہا یہ فرض کر لینا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو۔ تو یہ جنون محض و خبط صرف ہے۔ امکان فرض محال کو امکان محال لازم نہیں۔ اگر تمام اشیاء ممکنہ کا وقوع ضروری ہو۔ تو آج شیعوں پر کیا کچھ نہ تباہی آئے۔

ف ۱ نماز ضائع کرنا تو ظاہر ہے۔ آپ اپنا اصلی غیر محرف قرآن تو چھپا بیٹھے۔ اور خلفاء ثلثہ کا محرف قرآن عمر بھر نمازوں میں پڑھتے رہے۔ اپنی نماز بھی کھوئی اور قیامت تک لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی نمازیں ضائع کیں۔ استغفر اللہ ۱۲ منہ غفرلہٗ

ف ۲ جب زکوٰۃ کو اپنے قرابت مندوں کے لئے آپ نے حرام کر دیا۔ تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ صاحب اپنے لوگوں کا پیٹ بھرنے کے لئے زکوٰۃ کا حکم جاری کیا ہے تو کب ممکن ہے کہ آپ نے اپنے داماد کے لئے جانشینی کا حکم دیا ہو۔ جس میں دعوی نبوت کو تحصیل سلطنت و ملک گیری کا ذریعہ بنانے کا احتمال قوی ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

محی الدین۔ یہ فرضی وہمی بات نہیں ہے بلکہ شیعی وصیت نبوی کو بحکم ربانی و آیت قرآنی بحق جناب امیر علیہ السلام ثابت کرتے ہیں۔ آپ کے یہاں کوئی حدیث[ملے] ہے کہ اصحاب ثلثہ میں سے کسی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی؟

مولانا۔ وہ کونسی آیت ہے اور کس پارہ میں اور کس قرآن کی سنیوں کے قرآن کی یا شیعوں کے؟

محی الدین۔ کیا سنی و شیعہ کا قرآن[ملے] علیحدہ علیحدہ ہے؟

مولانا۔ کیا تمہیں خبر نہیں سنیوں کا قرآن تو یہی ہے جس کی لاکھوں جلدیں موجود ہیں اُسکے ہزاروں حافظ صحابہ کرام سے لیکر اس وقت تک ہوتے چلے آئے۔ جس میں نہ کبھی تغیر ہوا۔ اور نہ ہرگز کبھی ہو سکے۔ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ویسا ہی بلا فرق موجود

ملے حدیث کا حال تو پیچھے معلوم ہوگا۔ خلافت خلفائے راشدین تو بحمد اللہ نص قرآنی سے ثابت ہے شیعوں کو اگر قرآن کی خبر نہیں تو ہم سے سنو قال اللہ سبحانہ:۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفٰسقون۔ یعنے حق تعالےٰ نے وقت نزول آیۃ کے موجودہ ایمان وعمل صالح والوں کے چند افراد سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو دنیا میں ضرور خلیفہ بنائے گا۔ اور انکے دین مرضی کو محکم اور متمکن کر دے گا۔ اور اُن کو خوف کی جگہ امن عطا فرمائے گا۔ وہ ایسے ہیں کہ میری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی چیز کو میرا ساجھی نہیں بناتے۔ اس پر بھی لوگ ناشکری کریں تو وہ فاسق ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کو غور دیکھو اور واقعات سے مطابق کرو یہ باتیں بجز خلفاء راشدین کے اور کس کو نصیب ہوئیں کس کا دین محکم اور متمکن ہوا۔ کس کے وقت میں ایسا امن نصیب ہوا۔ سبحان اللہ! جن کے دین کو حق سبحانہ پسندیدہ و مرضی فرمائے۔ جن کے ایمان کامل کی خدا تعالےٰ شہادت دے۔ اور اُن کے منکرین کو کافر و فاسق کے لفظ سے یاد کرے۔ اُن کو روافض و خوارج ایسے مدعیان اسلام اور دین کے فدائی غاصب وغیرہ خدا جانے کن کن محترم القاب سے یاد کریں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خلفاء کے جس دین کو تمکین و استحکام حاصل ہوا وہ بجنسہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ خلفاء ثلثہ کے ساتھ جناب امیر بھی اس آیۃ میں داخل ہیں اور جناب امیر کا بھی وہی مسلک اور دین تھا جو خلفاء ثلثہ کا تھا۔ اگر شیعوں کو دعویٰ ہے کہ جناب امیر کا اصلی دین اور مذہب وہی تھا جس کی خاص شیعہ کو خفیہ تعلیم دی گئی۔ اور جسکے عامہ شیعہ اب قائل ہیں۔ تو آپ کے بزدلانہ مذہب کو آپکے وقت میں فروغ کب نصیب ہوا اور تمکین کہاں حاصل ہوئی جسکا حق سبحانہ وعدہ فرماتا ہے۔ ہمیشہ ہی کیطرح اسکے چھپانے کی کوشش اور وصیت کی جاتی رہی غرض بدلیل تمکین وہ بزدلانہ مذہب ہرگز جناب امیر کا اصلی مذہب نہیں بلکہ یہ سارے خرافات ابن سبا اور اسکے متبعین دشمنان دجال سیرت کے افترا و بہتان ہیں۔ حاشا جناب عن ذالک اور خواہ مخواہ اُسی بزدلانہ مذہب کو آپ کا اصلی مذہب قرار دینا بالیقین آپ کو مصداق آیۂ کریمہ سے خارج کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ملے تحریف قرآن کی بحث۔

ہے۔ اور بھلا جس کا خدا حافظ ہو اس کو کون بگاڑ سکے۔ برخلاف شیعوں کے کہ وہ قرآن کو ناقص و محرف مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بیاض عثمانی ہے۔ بہتیری آیتیں جو مثبت مذہب شیعہ تھیں بوجہ عداوت جناب امیر کے نکال دی گئیں اور اصلی کلام اللہ جس کو جناب امیر نے جمع کیا تھا۔ اس کو بھی شیعوں کی قسمت سے جناب ابوالائمہ دبا بیٹھے اور پھر امام قائم یعنی سیدنا امام مہدی موعود رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام سرداب سر من رای میں سنیوں کے خوف سے لیکر غائب ہو گئے اور تمام امت کو گمراہی میں ڈال گئے۔ جب قیامت کے قریب حضرت کا ظہور ہو گا اس وقت شاید شیعوں کو اصلی قرآن جس کو حق سبحانہ نے بکمال رحمت اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا تھا نصیب ہو۔ اور اُس وقت جتنے معتقدین تحریف قرآن خدمت امام میں حاضر ہوں گے وہی تو اصلی قرآن کے ذریعہ شاید نجات پاویں ورنہ اس تیرہ سو برس کی مدت میں جتنے معتقدین تحریف مرے واصل بجہنم ہوئے ہوں گے اور تا وقت ظہور امام غائب کتنے اسفل السافلین میں جائیں گے۔ چنانچہ مجلسی حق الیقین میں لکھتا ہے:۔

طعن ہفتم آنکہ جمع کرد مردم را بر قرأت زید بن ثابت و بس۔ برائے آنکہ عثمانی بود و دشمن امیرالمومنین و چوں خواست کہ مناقب اہل بیت و مثالب اعدائے ایشاں را از قرآن بیندازد و برائے جمع قرآن اختیار کرد و باین سبب قرآنے کہ حضرت امیرالمومنین بعد از وفات حضرت رسول جمع کرد[2] با آنکہ اعلم خلق بود بکتاب و سنت قبول نکردند[3]

---

[1] شاید یہی وجہ ہے کہ ایام غیبت امام مہدی کے اکثر شیعوں کو مجلسی نے بحار و حق الیقین میں یہود مدینہ کے مماثل لکھا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] اس لفظ سے معلوم ہوا کہ جناب امیر نے بھی دوسروں ہی سے لیکر جمع کیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ حضرت صدیق کو خلیفہ برحق تسلیم کر چکے تھے۔ پھر وہ جناب امیر کو آیات مناقب اہلبیت و مثالب اعدائے اہلبیت کیوں دینے لگے۔ اور جناب امیر نے پھر کہاں سے لیا اور اگر اس قسم کی آیات آپ ہی کے پاس تھیں حالانکہ یہ لفظ جمع کے مخالف ہے۔ اور اپنے ذاتی علم پر آپ نے ان کو داخل قرآن کر دیا تھا۔ تو اگر جامعین قرآن نے آپ کے خاص جمع کردہ قرآن کو نہ لیا تو ان پر کیا الزام ہے کیونکہ قرآن کا ایک ایک لفظ متواتر ہونا چاہیئے اور ایک شخص کی خبر مفید تواتر نہیں۔ غرض اس قسم کی آیات جن کی بجز جناب امیر کے اور کسی صحابی کو خبر نہ ہو وہ بجز اسکے کہ اہل عقل کے نزدیک محض آپ کا ساختہ پرداختہ سمجھی جائیں تمام مسلمانوں کے ہدایت کا ذریعہ کب ہو سکتی ہیں اور عام مسلمانوں کو ایسی خفیہ تعلیم کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[3] اس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر عثمانیوں کو اپنا قرآن دیتے تھے مگر اُن لوگوں نے نہیں لیا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ جب حضرت عمر کو آپ نے نہ دیا تو پھر عثمانیوں کو کیسے دینا چاہا۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ اور اہل علم تو جانتے ہیں کہ دراصل قرآن مجید حضرت صدیق کے وقت میں جمع ہو چکا تھا اور باقی سارے خرافات شیعوں کے طبعزاد ہیں۔ ذرہ خیال تو کرو جب جناب امیر خلافت صدیقی میں اصلی غیر محرف قرآن مجید کو چھپا بیٹھے تھے اور امام غائب کے ظہور پر اُس کا ظہور موقوف رکھا تھا۔ پھر عثمانیوں کو کیوں دینے کو تیار ہوئے۔ اور کیا عجب کہ ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ آپ جب اصلی قرآن کے ظہور کا وقت خلافت عمری میں ظاہر کر چکے ہیں پھر اب تو وہ دینگے نہیں کوئی دوسرا محرف ہی دینگے۔ ایسے محرف قرآن کی اسلام اور مسلمانوں کو کیا حاجت ہے ۱۲ منہ غفرلہ الحدلہ۔

وچوں عمر خلیفہ شد از حضرت امیر قرآن را طلبید کہ آنچہ را خواہد از ان بردارد و آنچہ را نخواہد باطل کند حضرت ندادؔ[1] و فرمود کہ مس نمیکند آن مصحف را مگر مطہران[2] از فرزندان من و ظاہر نے شود آن تا قائم از اہل بیت[ف ۱] من ظاہر شود و مردم را بر خواندن و عمل نمودن[3] بآن بدارد[4]" انتہیٰ۔ اور بحث آیہ تطہیر میں لکھتا ہے:۔

اگر این سخن صورت داشتہ در وقتے حجت مے شود کہ از مصحف چیزے ساقط نشدہ باشد و معلوم نیست" انتہیٰ۔

اسی طرح بہت جگہ حق الیقین میں کلمات ملحدانہ بکا ہے۔ پس کسی عاقل کے خیال میں آسکتا ہے کہ آیت وصیتِ جناب امیرؓ کو جس پر کل دار و مدار ہے حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ نے قرآن میں رہنے دیا ہوگا۔ اسی پر آیت متعہ وغیرہ کو قیاس کر لیجئے۔ جس کی حرمت کے حضرت فاروق تو قائل ہوں اور اس کی حلت کی آیت کو قرآن میں رہنے دیں۔ غرض وصیت[ف ۲] بھی جناب امیر و حلت متعہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کا دعوےٰ کرنا دعوے تحریف قرآن کے ساتھ بدیہی البطلان ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

محی الدین۔ خیر او رشیعی جو کچھ کہتے ہوں مگر ہمیں تو یقین ہو گیا کہ موجودہ قرآن مجید بالیقین کلام الٰہی ہے۔ ہاں حذف آیات منزلہ بشان جناب امیر کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا شاید ایسا

ف ۱ یہاں تقیہ چھوڑ کر کیوں گنہگار بنے ۱۲ منہ

ف ۲ فرزندان جناب امیر کی تقسیم مطہر و غیر مطہر کے ساتھ کچھ مدعیان ولائے اہل بیت ہی کر سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ ۱۲ منہ غفر لہ اللہ لہٗ

ف ۳ شیعو! ذری عقل سے کام لو اور خیال تو کرو جس قرآن کو خدا نے مسلمانوں کے لئے دستور العمل بنا کر بھیجا تھا اس کو تو جناب امیر چھپا بیٹھے اور ایسا چھپایا کہ آئمہ مابعد کو بھی اس کے اظہار کی اجازت نہ دی فقط ایک بات بنادی کہ امام قائم قریب قیامت اُس کو ظاہر کرینگے اور اس وقت کے مسلمانوں سے اُسپر عمل کرائینگے آپ نائب رسول اللہ کس دن کیلئے ہوئے تھے۔ کیا یہی نیابت ہے کہ آپ قرآن کو چھپا بیٹھیں اور مسلمانوں کو اسپر عمل نکرنے دیں۔ کیا یہ دیانت ہے۔ کیا جناب امیر اور آئمہ مابعد کو قرآن پر عمل کرنے کرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جو ہزاروں برس کے بعد ایک ظاہر ہونے والے شخص کے سر ٹالدیا۔ کیا ساری شجاعت جنگ جمل و صفین ہی کیلئے تھی اظہار دین و تبلیغ قرآن کیلئے اظہار شجاعت کی ضرورت نہیں تھی۔ افسوس تحصیل خلافت کیلئے تو ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی روا رکھی جائے۔ اور اظہار دین و قرآن بلکہ حفظ ناموس کیلئے بخوف ایذا یا بطمع دنیا اس قدر بزدلی اختیار کی جائے۔ کیونائب رسول اللہ کا یہی شیوہ ہے۔ نعوذ باللہ۔ ایسی نیابت جس میں تائید و نصرت دین کی ضرورت نہ ہو۔ بلکہ تخریب اسلام و مسلمین کی حاجت۔ اس کو تو امیر المومنین ؑ سے زیادہ اچھی طرح ابن سبا چلا سکتا تھا۔ ۱۲ منہ غفر لہ اللہ لہٗ۔

ف ۴ اس سے معلوم ہوا کہ شیعوں کو موجودہ قرآن پر عمل کرنا ضروری بلکہ جائز بھی نہیں۔ کیا خوب ۱۲ منہ

ف ۱ اصلی قرآن حضرت مہدی لیکر چھپ گئے۔ ف ۲ تحریف قرآن کو مان کر حلت متعہ اور وصیت خلافت کا اثبات حماقت ہے۔

ہُوا ہو۔ اگرچہ عقلاً یہ خیال بھی محض باطل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ نے کلام اللہ کی حفاظت کی خبر دیتا ہے۔ اور وہ آیت تو یقیناً کلام الٰہی ہے ورنہ مخالفین اسلام اسی کے معارضہ پر قادر ہوتے۔ واذ لیس فلیس پھر کسی کی کیا مجال کہ اُس میں کچھ رد و بدل کر سکے۔ بہر کیف وہ آیت وصیت اسی قرآن میں موجود ہے۔

مولانا۔ اچھا وہ کون آیت ہے۔

محی الدین۔ مجھے معلوم نہیں۔ میرے ایک دوست میاں علی رضا شیعی نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

مولانا۔ اُسنے تمہیں بہکا دیا ہے۔ قرآن میں کوئی آیت مثبت وصیت خلافت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نہیں۔ بلکہ قصہ وصیت کا موجد بھی حسب روایات شیعہ وہی ابن سبا یہودی ہے۔ منہج المقال فی تحقیق الرجال میں ہے۔ الکشی ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم ووالی علیا وکان یقول وھو علی یھودیۃ فی یوشع وصی موسی بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی مثل ذلک فکان اول من شھر بالقول بفرض امامۃ علی علیہ السلام واظھر البراء من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم۔ فمن ھھنا قال من خالف الشیعۃ اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھودیۃ انتھی کلامہ (منتھی الکلام) اور بحار الانوار جلد اول صفحہ ۲۷۵ میں ہے۔

عن ابن سنان قال ابو عبد اللہ علیہ السلام انا اھل بیت صادقون لا نخلو من کذاب یکذب علینا ویسقط صدقنا بکذبہ علینا عند الناس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اصدق البریۃ لھجۃ وکان مسیلمۃ یکذب علیہ وکان امیر المومنین علیہ السلام اصدق من برء اللہ من بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وکان الذی یکذب علیہ ویعمل فی تکذیب صدقہ بما یفتری علیہ من الکذب عبد اللہ بن سبا لعنۃ اللہ وکان ابو عبد اللہ الحسین بن علی علیہما السلام قد ابتلی بالمختار ثم ذکر ابو عبد اللہ علیہ السلام الحارث الشامی وبنان فقال کانا یکذبان علی علی بن الحسین علیہما السلام ثم ذکر المغیرۃ بن سعید وبزیغا والسری وابا الخطاب ومعمرا .... وحمزۃ البزیدی وصائد النھدی فقال لعنھم اللہ انا لا نخلو من کذاب یکذب علینا او عاجز الرائے کفانا اللہ مئونۃ کل کذاب واذقھم حر الحدید " (منتھی الکلام)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ شیعی ادعار وصیت بحق جناب امیرؓ و ایجاد تبرا میں بھی خاص متبع ابن سبا کے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ اہل سنت کے یہاں کوئی حدیث مثبت خلافت شیخینؓ ہے یا نہیں سو یہ حدیثیں بفضلہ کتب احادیث اہل سنت میں بکثرت موجود ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں ہے عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ کہ میں انکو ایک نوشتہ لکھدوں۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں کوئی تمنا نہ کرے اور اپنے کو اولی بالخلافۃ نہ کہے (مگر ابو بکر۔ ابو بکر کے سوا دسب سے) خدا کو انکار ہوگا۔ اور مومنین بھی انکار کرینگے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت عائشہؓ کے بھائی کو لکھنے کیلئے بلوایا تھا"۔ اس حدیث سے چند باتیں مستفاد ہوئیں (۱) حضرت صدیق اکبر کی خلافت منظور حضرت رسالت تھی۔ اسی لئے[1] خلافت نامہ لکھوا دینے کا ارادہ فرمایا۔ (۲) اول اول لوگوں کو خلافت کی تمنا ہوگی۔ مگر آخر حضرت صدیق اکبر پر اجماع ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی واقع بھی ہوا۔ (۳) آپ کی بیعت کرنے والے مومن ہوں گے نہ کہ منافق۔ (۴) منکر بیعت صدیقی مومن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ جب بیعت کرنیوالے مومن ہوں گے تو نہ کرنے والے کون رہیں گے۔ اور بے شک الحمد للہ اصحاب کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے کوئی شخص منکر بیعت صدیقی نہیں رہا۔ ہر ایک شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

ہاں اگر شیعی یہ کہیں کہ حضرت صدیقہ نے اپنے باپ کی خاطر سے یہ حدیث گھڑلی ہے۔ تو یہ محض کم فہمی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت صدیقہ کو افترا ہی کرنا تھا۔ تو شیعوں کے توقیعات آئمہ کیطرح جعلی خلافت نامہ پیش کر دینے میں کیا دشواری و معذوری تھی معاندین جسطرح اس حدیث کو نہیں تسلیم کرتے خلافت نامہ سے بھی منکر رہتے اور موافقین جس طرح اس حدیث کو سر آنکھوں

---

[1] کیا عجب مرض الموت میں بھی بمقتضائے رحمت و شفقت اسی غرض سے دوات و قلم طلب کیا ہو۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ پہلے حضرت صدیق کیلئے خلافت نامہ لکھوانے کی خواہش ظاہر کریں۔ اور مشیت خدا وندی کو خلافت صدیقی سے متعلق فرما دیں اور پھر بر خلاف مشیت و مرضی الہی تخلیف مرتضوی کا ارادہ کریں۔ پس حدیث قرطاس بھی مؤید خلافت صدیقی ہوئی۔ اور دونوں حدیثوں میں تطابق ہو گیا۔ اس کے خلاف شیعوں کی ہرزہ سرائی ہرگز قابل التفات نہیں۔ والحمد للہ ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

پر رکھتے ہیں۔ اسکو بھی بسر وچشم تسلیم کر لیتے[۱]۔
(۲) احادیث صحیحہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میرے بعد تیس برس تک
خلافت رہے گی اُس کے بعد بادشاہی ہو جائے گی" اسکے بعد علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں فرماتے

---

[۱] مگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم سے یہ ناممکن ہے کہ ان کہی باتیں حضور اقدس کیطرف منسوب
کریں۔ اگر صحابہ کی صداقت اور راست بازی۔ کذب و افترا سے بے لوثی نقل میں اُنکا جزم واحتیاط حضور کے
نزدیک یقینی طریقہ پر ثابت نہ ہوتا تو بلا تخصیص احدے عام طور سے صحابہ کو بلغوا عنی کے ساتھ مخاطب
نہ فرماتے۔ اور تبلیغ دین کا بار اُن کے سر نہ ڈالتے۔ اس بات کو تو کوئی عاقل باور نہیں کر سکتا کہ یہ حکم مخصوص
بجناب امیر تھا۔ کیونکہ جو احکام کہ جناب امیر کے غیوبت میں صادر ہوتے تھے اسکی تبلیغ جناب امیر سے کسطرح
ممکن تھی۔ یہ بھی غلط ہے کہ جناب امیر کسی وقت بھی بارگاہ رسالت سے علیحدہ نہ ہوتے۔ آخر آپ یمن میں متعین
رہے۔ غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے۔ یہ بھی نہیں کہ آپ کے غیوبت کے زمانہ کی احادیث و واقعات روزمرہ
لکھے جاتے تھے اور وہی نوشتہ آپ کے علم کا ذریعہ تھا۔ کیونکہ صحابہ تو کتابت احادیث سے روک دیئے گئے
تھے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ نزول وحی کا زمانہ تھا۔ لوگ آیات قرآنی لکھ لیا کرتے تھے۔ حدیث لکھے جانے کی صورت
میں احتمال تھا کہ حدیثیں آیات قرآنی سے مشتبہ ہو جائیں۔ بدلائل سابقہ اہل سنت کا الصحابۃ کلہم عدول کے مسئلہ
پر اتفاق ہو گیا۔ اور کیوں نہ ہو حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم مسلم فریقین ہے۔ چنانچہ مولوی دلدار علی
صاحب نے اساس الاصول میں بھی اس حدیث کو معانی الاخبار شیخ صدوق۔ اور بصائر الدرجات محمد بن صفار
واحتجاجات طبرسی سے نقل کیا ہے اور بحار الانوار مجلسی میں بھی ہے۔ مگر رواۃ شیعہ سے یہ ناممکن تھا کہ حدیث
فضائل صحابہ نقل کریں اور اپنی طرف سے اس میں کوئی دم چھلا نہ لگائیں۔ ان صاحبوں نے اتنا اضافہ کر دیا۔ قیل
یا رسول اللہ من اصحابک قال اہلبیتی۔ کوئی عاقل کہے تو سہی۔ اصحاب کے معنی میں کیا خفا تھا جس کے پوچھنے کی صحابہ
کو ضرورت تھی حالانکہ آیت غار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا میں لفظ صاحب سے
ابوبکر صدیق کی صحابیت مسلم ہو چکی تھی۔ باتفاق فریقین آیت کے متعلق کسی نے آنحضرت سے نہ پوچھا کہ صاحب کے
کیا معنے ہیں اور یہ کون شخص ہے۔ نہ کوئی شیعہ یہ کہ سکتا ہے کہ اس آیت میں بھی صاحب سے جناب امیر یا اور
اہل بیت مراد ہیں۔ بلکہ حدیث من اصحابک وآیت کریمہ اذ یقول لصاحبہ ان دونوں کے مطابقت
سے یہ نتیجہ یقینی ہو جاتا ہے کہ اگر اصحاب سے اہلبیت مراد ہیں تو حضرت صدیق بھی بالیقین داخل اہل بیت ہیں۔
اور جب وہ اہل بیت میں داخل ہوئے تو فضائل اہل بیت میں قطعاً شامل رہیں گے۔ والحمد للہ علی ذالک
نعم ماقیل سے عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ اور جب ہم وسعت لفظ اہل بیت کو احادیث شیعہ میں دیکھتے
ہیں کہ ورام بن ابی فراش اپنے جامع میں اور ابو علی طبرسی مکارم الاخلاق میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی نسبت
ارشاد نبوی یوں روایت کرتے ہیں "یا ابا ذر انک منا اہل البیت" اور نور اللہ شہید ثالث مجالس میں
حدیث نبوی نقل فرماتے ہیں۔ سلمان منا اہل البیت وبروایت تہذیب طوسی امام صادق رضی اللہ عنہ
سے بی کشان میں منقول ہے ان علیا قال انما ہی من اہل البیت (منتہی الکلام) اور یہ تو اہل بیت کا اطلاق
سلمان۔ ابوذر حتی کہ گھر کی بلیوں تک پر کیا گیا ہے۔ تو حیرت ہوتی ہے کہ شرف اہل بیت جب اس قدر ارزان
ہے کہ بی تک اس سے مشرف ہے اور اس قدر عام ہے کہ بلیوں تک کو شامل ہے۔ پھر رواۃ شیعہ کو کیا بد
دماغی عارض ہو گئی تھی کہ بے فائدہ اصحابی کی تعریف اہلبیتی سے کی اور من کذب علی متعمدا کا وبال (باقی بر صفحہ ۲۳)

ہیں "علمائے کرام کا قول ہے کہ اس تیس برس کی مدت میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کے سوا اور کوئی تو خلیفہ نہیں ہوا۔ سو یہ حدیث کل خلفاء اربعہ کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل واضح ہے۔

(۲۳) حدیث صحیح میں خلفاء ثلثہ کو فرمایا گیا ہے ھٰؤلاء خلفاء بعدی یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہونگے۔ کذا فی الصواعق۔

روایات اہل سنت سے تو آپ واقف ہو گئے اب روایات کتب معتبرہ امامیہ کو دیکھئے۔

تفسیر مجمع البیان طبرسی[ف۱] میں ہے و لما حرم ماریۃ القبطیۃ اخبر حفصۃ انہ یملک من بعدہ ابو بکر و عمر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو خبر دی کہ میرے بعد ابو بکر۔ عمر خلیفہ ہونگے۔ اور یہی روایات شیعہ مثبت حقیت خلافت شیخین رضہ گذر چکی ہیں۔ جن میں آئمہ اہل بیت نے شیخین کے ثنا جمیل کی ہے۔ علاوہ اس کے باعتبار کثرت[۲] فضائل بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی اولیٰ بالخلافۃ ہیں۔

ف۱ خلافت شیخین رض از کتب شیعہ ثبوت۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۲۔ اپنے سر لیا۔ بھلا اہل بیت کے لفظ سے کونسی تخصیص ثابت ہوئی۔ اور اس تخصیص سے کیا فائدہ ہوا۔ افسوس ایسے فہم پر کہ بلیوں کی تقلید تو ان کے لئے موجب نجات ہو اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید اُن کے لئے موجب ہلاکت۔ اور بات پھر بھی بنائے نہ بنی۔ شیخ صدوق عیون اخبار الرضا میں روایت کرتے ہیں کہ امام رضا سے کسی نے حدیث اصحابی کالنجوم کو پوچھا تو ارشاد ہوا کہ یہ حدیث نہایت صحیح ہے مگر اصحاب سے وہ حضرات صحابہ مراد ہیں جن سے تغیر و تبدل صادر نہ ہوا" (منتہی الکلام) اس حدیث میں صحابی کے معنے مشہور لئے جاتے ہیں مگر صحابی کی تخصیص کیجاتی ہے اور پہلی روایت میں اصحاب سے اہلبیت مراد لئے جاتے ہیں۔ مگر دونوں تاویلیں مخترعات روافض ہیں اور باہم متناقض۔ کما لایخفےٰ۔ حیات القلوب میں ہے۔ ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسولخدا دوازدہ ہزار بودند و یکے از ایشان قدری نبود و فرجی نبود ند حرد ری نبود ند کہ امیر المومنین را ناسزا گویند و در دین خدا برائے خود سخن نمی گفتند انتہی مختصراً۔ اس روایت سے تفسیر اہلبیت کی تغلیط ہو گئی۔ بھلا اہل بیت کی تعداد بارہ ہزار کہاں تھی۔ اور دوسری یعنے غیر مبدلین کی تاویل بھی غلط ٹھیری۔ کیونکہ صحابہ میں کوئی بھی بے دین و دشمن اہلبیت نہ تھا۔ غرض براہین واضحہ دشمنان صحابہ کا خذلان ثابت ہو گیا والحمد للہ۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

ف۱ کوئی اس سے خلافت رابعہ کا انکار نہ سمجھے بلکہ خلفاء ثلثہ کی خلافت کا اظہار مقصود ہے اور اسی کے ساتھ کیا عجب اس کیطرف بھی اشارہ کرنا مراد ہو کہ ہمارے بعد کے خلفاء میں سے جن کی خلافت درجہ کمال و عروج کو پہنچے گی اور جن سے امور متعلقہ خلافت کماحقہ انجام پائینگے یہی تین ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم بمراد نبیہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ ۱۲ منہ غفرلہٗ

ف۲ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی نیکیوں کو ستاروں کے برابر فرمایا اور پھر ان تمامی نیکیوں کو حضرت صدیقؓ کی ایک نیکی کے برابر ٹھیرایا۔ مرض الموت میں حضرت علیؓ کے رہتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کو ہی امام بنایا۔ حدیث رویا میں حضرت صدیقؓ کا بڑا اتمام امت سے بھاری بتایا۔ وغیر ذلک من الفضائل الصدیقیۃ التی صرح بہا سید الخلیقۃ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہٗ۔

محی الدین- فضائل سے یہاں بحث نہیں۔ یہاں وصیت سے بحث ہے۔ حدیث وصیت تو یقیناً نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر وصیت ہوتی تو پہلے حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ اُس کو ضرور جانتے اور اُس کی تعمیل کو فخر سمجھتے۔ کیونکہ یہ لوگ طمع دنیاوی اور نفسانیت سے یقیناً پاک تھے۔ علاوہ اسکے اگر حدیث وصیت حضرت ابوبکر کیلئے ہوتی تو پھر انتخاب کی ضرورت نہ ہوتی۔ پس قیاس وصیت کو قضیہ انتخاب بالکل قطع کر دیتا ہے۔

مولانا- یہ دلائل بچند وجوہ لغو و بے اصل ہیں۔

(۱) جب وصیت کا منشاء و مبنی بھی وہی افضلیت ہے پھر دلائل افضلیت صدیقی سے اعراض کی کیا وجہ؟ اور اگر افضلیت پر وصیت کو مبنی نہیں کہتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ مفضول کے لئے خلافت کی وصیت ہو سکتی ہے اور یہ بات مسلمات امامیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اُن کے یہاں امام کو علی الاطلاق افضل اہل زمانہ ہونا چاہئے۔ مفضول کی امامت و خلافت ہی صحیح نہیں۔ غرض فضائل صدیقی کو تسلیم کر لینے کے بعد اُنکی خلافت حقہ کو ناحق کہنا اصل مذہب اثنا عشری کی بیخ کنی کرنا ہے۔

(۲) یہ بات سمجھنے کی ہے کہ افضلیت صدیقی کو بیان کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا غرض تھی۔ یہ تو ہو گی نہیں کہ ان حدیثوں کو لوگ فقط کان سے سن لیا کریں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو افضل نہ مانیں۔ پس اگر خاص لفظ وصیت کا نہ فرمایا گیا تو کیا ہوا۔ جب احادیث کثیرہ میں آپ نے فضائل صدیقی کو بیان کیا اور اُن کی افضلیت کا اظہار فرمایا اور مرض الموت میں حضرت علیؓ و دیگر صحابہ کے رہتے ہوئے باوجود اس تاکید بلیغ کے لیؤمکم اقرؤکم باتفاق فریقین حضرت صدیقؓ ہی کو امام بنایا اور امامت میں اپنا قائم مقام فرمایا۔ پھر بھی شیعوں نے ان سب واقعات کو نظر انداز کر دیا تو دو تین لفظوں میں اگر یہی فرما دیتے کہ ہمنے ابوبکر کو اپنا وصی و خلیفہ بنایا تو معاندین و اعداء دین اس کی کیا پروا کرتے اس کو بھی افتراء اہل سنت کہہ کر اڑا دیتے۔ حالانکہ خود اکابر امامیہ اسکے بھی مقر ہیں کہ محدثین اہل سنت بڑے صادق القول ہیں احادیث نبویہ کو بلا کم و بیش نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ عبدالرزاق لاہجی شیعی صاحب گوہر مراد لکھتے ہیں:-

اہل انصاف در فرقہ سنیان محدثین ایشانند کہ ہرچہ از جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بایشاں رسیدہ بے کم و کاست روایت می کنند" انتہی مختصراً کذا فی منتہی الکلام۔

مگر تعصب و عناد کا کیا علاج ہے من یضلله فلا ھادی له۔ بخلاف رواۃ شیعہ کے

فٹ ۱ بے شک جناب امیر نے خلفاء ثلثہ کی بیعت کو موجب فخر سمجھ کر کیا تھا۔ مگر شیعوں نے اس کو آپ کے جبن پر محمول کر کے تقیہ کی بیخ لگا دی ۱۲ منہ غفرلہ۔

فٹ ۲ یہ عمل کی دلیل ہو سکتی ہے مگر علم کی نہیں۔ پس اس سے ان حضرات کا واقف ہونا ضروری نہیں ہوا ۱۲ منہ

فٹ وصیت افضلیت پر مبنی ہے۔ فٹ خلافت صدیقؓ کی طرف حضور نبوی سے اشارہ۔ فٹ قول علمائے شیعہ محدثین اہل سنت کی توثیق۔

کیونکہ اُن کو خود علمائے شیعہ کذاب و مفتری کہتے ہیں۔ مگر عداوت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ہی کذابوں کی جھوٹی روایتوں کو آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ کما لایخفیٰ علیٰ من طالع کتبہم؎

اب ہمیں اس مقام پر دیباچہ سیرۃ الفاروق کی ایک عبارت نقل کر دینا مناسب ہے۔ جسکے مصنف کو مذہب تشیع و تسنن سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس کو فقط تاریخی حیثیت سے بحث ہے۔ اسی لئے اُسنے اپنے علیگڈھی خیالات کے موافق احادیث صحیحہ مسلمہ اہل سنت کو خوبی فہم سے موضوع و غلط کہدیا ہے ہداہ اللہ تعالےٰ۔

"شیعہ علما نے (ہم اُن کو علما اُن کے ادب کے سبب کہتے ہیں ورنہ وہ لوگ پرلے درجہ کے جہلا تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور فساد پیدا کرنے کے واسطے ایسے کام کئے ہیں) ایک سلسلہ احادیث کا پیدا کیا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ خلفاء اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں دشمنی اور کینہ اور بغض اور عداوت اور ایک دوسرے سے نفرت اور نفاق یہانتک تھا کہ جناب رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بھی منافقانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اور اُن کے آزار کے درپے تھے اور درپردہ دشمن رہتے تھے اور اسی بنا پر انہوں نے بزرگان دین کی نسبت کافر اور مرتد اور منافق کے لفظوں کے استعمال کرنے کی جرأت کی ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کے روبرو جو ایک ذرہ کے برابر بھی عقل رکھتا ہے ایسی نالائق باتوں کا جواب دینے کی کوشش کرنا بجائے خود حماقت ہے۔ اب ایسے سادہ لوح لوگوں کا زمانہ گذر گیا ہے۔ جن پر اس قسم کی لغو اور بیہودہ روائیتوں کا جادو چل جاتا تھا۔ اور وہ اس کو سچ مان لیتے تھے۔ یا اُن سے متاثر ہوتے تھے۔ ایک واقعہ ہم بطور مثال کے بیان کرتے ہیں۔ اصحاب کبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو برادری اور محبت اور اخلاق اور اتحاد تھا۔ اسکی رو سے یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی کہ ان کے درمیان رشتہ و قرابتیں ہوں چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم سے جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھیں نکاح کیا تھا۔ جو لوگ اُن بزرگان دین کے درمیان دشمنی اور عداوت کا ہونا بیان کرتے ہیں اور اصحاب کبار کو معاذ اللہ منہا کافر اور منافق اور مرتد کہتے ہیں۔ اُنہوں نے اس واقعہ سے انکار کرنے کی عجیب و غریب کوششیں کی ہیں۔ بعض نے اس

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

؎ اور ان ہی مفتریوں کی پردہ پوشی کیلئے حضرت امام صادق سے یہ روایت بھی دعلی بانقل المجلسی فی البحار صفحہ ۳۶ و ج ا) نقل کرتے ہیں لا تکذبوا بحدیث اتاکم بہ مرجی ولا قدری ولا خارجی نسبہ الینا فانکم لا تدرون لعلہ شئی من الحق فتکذبوا اللہ عزوجل فوق عرشہ انتہی کما فی المنتہی ۱۲ منہ غفر لہ اللہ تعالےٰ۔

نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے۔ کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضوی ہونی ہی کا منکر ہے۔ کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق کیا ہے۔ کوئی بعد نکاح ہونے کے ہم بستر ہونے سے منکر ہے۔ اور بعض عجیب بات کہتے ہیں کہ ایک جنیہ بشکل حضرت ام کلثوم حضرت عمرؓ کے پاس آتی تھی۔ اور بعض اس سے زیادہ عجیب بات کہتے ہیں کہ ابتداہی میں جب حضرت علی نکاح کردینے کو مجبور کئے گئے تو ایک جنیہ نے جو ام کلثوم کی شکل بنکر آئی تھی نکاح کرادیا۔ بعض اس کو حضرت علیؓ کا انتہادرجہ کے صبر و تحمل کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ بعض اس کو تقیہ بیان کرتے ہیں۔ مگر اُس سیدھے سادے صحیح واقعہ کے سامنے یہ سب کہانیاں لغو اور بیہودہ ہیں۔ اس قسم کی غلط اور جھوٹی روایتوں کے پھیلانے اور ایجاد کرنے سے مطلب یہ تھا کہ اُن سننے والوں کو اصحاب کبار کے برا سمجھنے اور ان کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے کی جرأت ہو۔ اور ان کی اصلیت ہم ایک واقعہ سے بطور مثال سمجھ سکتے ہیں۔ سر سید احمد خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک میرے نہایت[1] دوست شیعہ مذہب تھے اُن کے یہاں ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو ایک بکری کا بچہ پال دیا تھا اور وہ خوب اس سے ہل گیا تھا۔ ایک دن اس بکری کے بچہ کو ذبح کرڈالا اور وہ چھوٹا بچہ خوب رویا۔ اس کے باوا نے اُس سے کہا کہ عمر یہ کام کر گیا ہے وہ بچہ عمر کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ یہ کام صرف اسلئے کیا تھا کہ بچپن ہی سے اس کے دل میں عمر کی عداوت اور اُن کے نام سے نفرت پیدا ہو۔ اور یہی اصلیت ان روایتوں اور کہانیوں کی ہے جن میں اصحاب کے درمیان باہمی دشمنی اور عداوت ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اور جن پر مذہب کا مدار ہو گیا ہے۔ اور جزو مذہب بنائے گئے ہیں"۔ انتہی۔

ف: ایک رافضی کی کمینہ حرکت۔

اہل تدین و انصاف پر اس عبارت سے شیعوں کی دیانت اور ان کی روایت کی حقیقت بخوبی واضح ہوگئی مزید توضیح کی حاجت نہیں۔

(۲۳) یہ کہنا کہ اگر وصیت ہوتی تو پہلے حضرت علیؓ و عباس رضی اللہ عنہما اُس کو ضرور جانتے۔ محض ابلہ فریبی ہے۔ خیر جناب امیر کا جاننا تو اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک آئمہ عالم

[1] معلوم ہوتا ہے شیعوں کی یہ عادت قدیم ہے۔ صاحب تبیض الصحیفہ نے مناقب ابوحنیفہ میں خطیب سے نقل کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے پڑوس میں ایک چکی پیسنے والا رافضی رہا کرتا تھا۔ اُسنے دو خچر پال رکھے تھے۔ اور ایک کا نام ابوبکر رکھا تھا۔ دوسرے کا عمر۔ ایک رات ایک خچر کو برچھی مار مار کر مار ڈالا۔ امام صاحب کو جو خبر ہوئی تو فرمایا دیکھو اس خبیث نے عمر نامی خچر کو مارا ہوگا۔ چنانچہ دریافت پر ایسا ہی ثابت ہوا۔ ۱۲ منہ غفر لہ اللہ۔

کلیات وجزئیات ہوتے ہیں۔ مگر حضرت عباسؓ پر کس منہ سے یہ افترا کیا جاتا ہے۔ کیا جاہلوں کے پھسلانے کو کہ او ہو شیعی حضرت عباس کو بھی بڑی وقعت وعظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں، محی الدین انہیں اپنے علماء کے افادات کی بھی خبر نہیں۔ صاحب کامل بہائی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کرتے ہیں:۔

"در اثنا گفتے واللہ لو کان حمزۃ وجعفر حیین ما طمع فیہا ابو بکر و عمر ولکن ابتلیت بجلیفین حافین بعقیل و عباس بخدا کہ اگر حمزہ وجعفر زندہ بودند ابو بکر و عمر طمع خلافت نکردندے ولیکن من مبتلا شدم بدو سوگند خورندہ و با جز عقیل و عباس ماند۔ و راوی ایں ابو جعفر محمد باقر ست علیہ السلام۔ انتہی بلفظہ (منتہی الکلام)

اور روایت کلینی کے موافق یہ آیت کریمہ ومن کان فی ہٰذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا جس کا ترجمہ صاحب حیات القلوب یوں کرتے ہیں:۔

یعنی ہر کہ در دنیا کور ست در راہ حق راہ نمی بیند پس او در آخرت کور ست از دیدن راہ بہشت و گمراہ تر ست"

وا عقیل و عباسؓ کی حضرت علیؓ سے مخالفت

حسب ارشاد امام چہارم یعنی سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ اور ان کے پدر بزرگوار حضرت عباس عم محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوا ہے اور لیجئے افادات مجلسی کو ملاحظہ کیجئے۔ حیات القلوب میں فرماتے ہیں:۔

"سدیر از حضرت باقر العلوم پرسید کجا بود عزت و شوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید۔ حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت ایمان ویقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و دو مرد ضعیف الیقین ذلیل النفس تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل۔ و ایشان را در جنگ بدر اسیر کردند و آزاد کردہ، ایمان چنین قوتے نمیدارد۔ بخدا سوگند کہ اگر حمزہ وجعفر حاضر بودند در آں فتنہ ابو بکر و عمر یارائے آن نداشتند کہ حق امیر المومنین را غصب کنند و اگر سعی میکردند البتہ ایشان را می کشتند" انتہی۔

اور قاضی شوستری مجالس المومنین میں در باب غصب ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا لکھتے ہیں:۔

ظاہر ابواسطہ وکالت فضولی و امثال آن حضرت امیر عباس را مانند دیگر یاران ضعفائے خود راسخ در محبت و اخلاص ندیدہ است و ہمچنانکہ سابقاً در احوال سید الشہداء

مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس و عقیل بجلیفین حافیین اور التعبیر فرمودہ اند" انتہی

ان روایات سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت امیر و حضرت عباس رضی اللہ عنہما میں رنجش وکدورت تھی اور حضرت امیر اُن کو اپنا حلیف و مقابل سمجھتے تھے۔ اسی لئے ہمیشہ اُن کو اس کلمۃ الخیر سے یاد فرماتے رہے۔ چنانچہ لفظ "دائماً می گفت" سے معلوم ہو چکا اور شیعوں کا یہ قاعدہ کلیہ ہے جس کو جناب امیر سے عداوت ہو وہ ولد الزنا ہے۔ میں یہاں دو ایک روایات شیعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

طبرسی نے احتجاج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے:۔

"فرمود یا علی دوست نمیدارد ترا مگر کسیکہ ولادتش نیکو باشد و دشمن نمیدارد ترا مگر کسیکہ ولادتش خبیث باشد"

اور باقر مجلسی حلیۃ المتقین میں امام صادق سے روایت کرتا ہے کہ:۔

"آنجناب فرمود دشمن ما اہلبیت نیست مگر کسیکہ ولد الزنا باشد یا مادرش در حیض باو حاملہ شدہ باشد" انتہی۔ وقال قائلہم ؎

محبت شہِ مردان مجو ز بے پدرے ✤ کہ دستِ غیر گرفت ست پائے مادر او۔

پس تطبیق روایات امامیہ سے الطاہر من الادناس سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی جناب میں جو کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ زبان کو طاقت بیان نہیں۔ مدعیان محبت اہل بیت ہی اس کو بخوبی ادا کر سکتے ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

نیز حضرات شیعہ امام باقر کے ان کلمات طیبات کو جو آپ نے حضرت عباس کی شان میں استعمال فرمائے ہیں جیسے ضعیف الیقین۔ ذلیل النفس۔ تازہ مسلمان" بغور تمام ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر حضرت عباس کی تعریف جہانتک چاہیں کریں۔ حق تو یہ ہے کہ شیعوں نے کسی کو نہ چھوڑا۔ ان کی زبان درازیوں سے نہ اصحاب عظام ہی بچے اور نہ اہل بیت کرام جزاہم اللہ عنہم اوفی الجزاء سواء بسواء۔

(دہم) اقوال امیر المومنین سے ثابت ہو چکا کہ آپ حضرت عباس کو اپنا حلیف مقابل جانتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس خود ہی ہمیشہ طالب خلافت رہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلافت ان دونوں میں سے کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ دوسرے ہی دوسرے خلیفہ بن بیٹھے۔ با ایں ہمہ علمائے امامیہ کا یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم پر ستر ہزار کے سامنے جناب امیر کو اپنا وصی بنایا۔ تمہارے قول کے مطابق محض غلط و بہتان ٹھیرا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو حضرت عباس کیوں اس کا خلاف کرتے اور حضرات شیخین رض کا اتباع کر لیتے۔ اور اگر از راہ تقیہ ایسا

کیا بھی تھا تو حضرت امیر کے وصی ہونے کا تو ضرور اقرار کرتے یا کم سے کم سکوت ہی فرماتے۔ برخلاف اسکے خود دعویدار بنجانا اور حقوق مرتضوی کا اقرار نہ کرنا بلکہ اپنے لئے جھوٹی قسمیں کھانی یہ باتیں انہیں کب مناسب تھیں۔ اور اہل سنت[ف۱] تو شیعوں کی طرح اس کا دعوی بھی نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ستر ہزار کے سامنے ایک مجمع عام میں باہتمام تام حضرت صدیق کو وصی بنایا تھا۔ اگر صحابہ کرام کو کیفیت وصیت وغیرہ سے اطلاع ہوتی۔ تو ابتدا ہی سے ہرگز نہ کوئی اختلاف ہوتا اور نہ انتخاب کی نوبت آتی۔ کیونکہ وہ حضرات ببرکت صحبت نبوی حب جاہ وطمع سے پاک تھے۔ وہ اپنی جانیں اپنے اموال خدا کی راہ میں فدا کر چکے تھے۔ کفار کے ہاتھوں ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں۔ گھر بار اہل وعیال سب سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ مگر خدا اور رسول کو کبھی نہ چھوڑا۔ ایسے حضرات کی نسبت کیا کوئی عاقل کہ سکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ یکدم تمام صحابہ اہل بیت نبوت سے منحرف ہو گئے۔ اور سب کے سب اتلاف حقوق خاندان رسالت پر تل گئے۔ خیر حضرات خلفاء ثلثہ کو تو یکے بعد دیگرے خلافت کی ہوس نے معاذ اللہ کھویا۔ اور تمام صحابہ کو حضرت صدیق نے کیا لڈو دیدیئے تھے۔ جس کی وجہ سے جناب امیر سے باوجود استحقاق مرتضوی منحرف ہو گئے۔ نعوذ باللہ من الظن الفاسد باصحاب النبی الراشد علیہ وعلیہم افضل الصلوات و اکمل التحیات۔

(۵) اگر قضیہ انتخاب مخالف وصیت ہے تو یہی دلیل جناب امیر کی وصیت میں بھی جاری ہو سکتی ہے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

محی الدین۔ اگرچہ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر خیر اس وقت فرض کیجیئے کہ وصیت کسی کے لئے نہیں تھی۔ مگر یہ تو ظاہر ہے کہ یہ خلافت امور دنیا ودین دونوں کے لئے تھی۔ اور اس کے تخت سلطنت پر آپ مثل شاہان دنیا جلوہ افروز تھے۔ پس اس حالت میں باعتبار رسم دنیا اور شرع شریف کے آپ کے بعد یہ حق آپ کے وارث کا ہوگا۔ اس لئے بعد انتقال آپ کے جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام فریضۃ وارث ومستحق تخت وتاج ہوئیں۔ اور چونکہ حضرت خاتون جنت علیہا السلام اور جناب امیر المومنین میں کمال اتحاد تھا۔ اس لئے باعتبار دنیا بھی حضرت امیر[ف۲] مستحق ہوئے اور باعتبار دین چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو جناب رسول خدا سے کمال تقرب تھا یہاں تک کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی کو انفسنا میں داخل کیا۔

لہ حضرت سیدہ کو وراثت دین نبوی حاصل کیوں نہ ہوئی اور آپ کیوں اس حقیقی نعمت و اعلیٰ وراثت سے محروم رہیں ۱۲ منہ غفر اللہ لہ۔

ف۱ باوجود وصیت کے کیوں انتخاب کی نوبت آئی۔ ف۲ حضرت امیر بوجہ امادی کے مستحق خلافت ہو سکتے تھے یا نہیں۔

یعنی اپنا نفس ناطقہ قرار دیا۔ حضرت ہی مستحق ہوتے ہیں۔

مولانا۔ اقول وباللہ التوفیق کہ یہ کلام بھی بوجوہ چند مخدوش ہے۔

(۱) ممالکِ ف۱ اسلامیہ کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملک کہنا سراسر غلط ہے البتہ امام کو تصرف انتظام عالم کا اختیار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی باختلاف اقوال امامیہ صرف فدک ہی کی نسبت وراثت یا ہبہ کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ کسی نے نہیں کہا کہ حضرت سیدہ تمامی ممالک اسلامیہ کے موروثہ یا موہوبہ ہونے کی دعویدار تھیں۔ غرض حضرت سیدہ تو دعویٰ فدک پر بس کریں اور حضرات شیعہ ساری دنیا کا جھگڑا اُن کے سر منڈھیں۔ "مدعی سست وگواہ چست" اسی کو کہتے ہیں۔

(۲) خلافت کے دین کے لئے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بغیر خلیفہ وحاکم کے اجرائے احکام شرعیہ نہیں ہو سکتا۔ اشاعت اسلام وحفظ حقوق وانسداد مفاسد ممکن نہیں۔ آج ہی اگر کوئی باقاعدہ اسلامی حکومت ہوتی تو کیا ممکن تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وازواج مطہرات حضرت سرور کائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات واکمل التحیات پر حضرات شیعہ برملا طعن کریں۔ اور ایسی ایسی باتیں کہیں جنہیں زبان سے نکالتے ہوئے غیر اسلامیوں کو بھی شرم آئے۔ مگر یہ مدعیان اسلام اپنے برگزیدہ نبی کی پیاری بیویوں کو اُن کے پیارے دوست احباب کو بھی بُرا بھلا کہتے ہوئے ان کی جناب میں کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہوئے ذرا بھی نہ شرمائیں، کسی ف۲ بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اگر تمام یہود ونصاریٰ سے پوچھئے کہ تمہارے نزدیک تمہاری امت میں سب سے افضل کون لوگ ہیں تو یہود حضرت عزیر علیہ السلام کے اصحاب کو۔ اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب واحباب کو افضل بتائیں گے۔ اور اگر شیعوں سے پوچھا جائے کہ تمہارے نزدیک تمہارے اسلام میں سب سے بدتر کون لوگ ہیں تو یہ حضرات حضرت خاتم النبیین سید الاولین والآخرین کے ہی اصحاب باصفا ویاران باوفا کو بدترین خلائق فرمائیں گے ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

علامہ ابن ف۳ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ زواجر میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ چند اشخاص بحالت سفر ایک صاحب کے مہمان ہوئے۔ میزبان صاحب بڑے خلیق اور پرہیزگار تھے۔ کمال حسن خلق سے

ف۱ ممالک اسلامیہ کو ۔ ۔ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک کہنا غلط ہے۔ ف۲ شیعہ اور یہود و نصاریٰ کا تقابل۔ ف۳ واقعہ غریبہ۔

ف۱ گرچہ گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر سایہ بھی بفضل الٰہی شیعوں کی دریدہ دہنی وہرزہ سرائیوں سے ہم اہل سنت کو بہت کچھ امن ہے۔ ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ شیعی سلطنت میں سنیوں کا ناکوں میں دم تھا۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ۔

پیش آئے اور ذات کے علوی تھے۔ اُن کا غلام یہودی تھا ایک روز ان مہمانوں نے سید صاحب سے کہا کہ آپ تو ایسے متقی اور آپ کا خادم یہودی نابکار۔ اس اجتماع الضدین کے کیا معنے؟ اور باایں ہمہ مبائنت اس موافقت کی کیا وجہ۔ تعجب ہے کہ آپ سا متقی ایسے شخص کو جو آپ کے آبا کرام کے دین کا دشمن ہو اپنی خدمت میں رکھے۔ سید صاحب نے اور خادموں کی شکایت کے بعد فرمایا کہ یہ یہودی بہت بڑا خدمت گذار اور وفادار ہے۔ اس کی خدمت گذاری اور وفاداری نے اس کو خدمت میں رکھنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ مہمانوں نے پھر عرض کیا کہ آپ اس کو اسلام کی تلقین فرمایئے شاید اسکو ہدایت ہو جاوے اور راہ راست پر آئے۔ آخر وہ غلام یہودی بلایا گیا جب اُس سے کہا گیا کہ تم اپنے آقا کے دین پر آجاؤ تو اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے دین کو سید صاحب کے دین سے اچھا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہودیوں میں سے کوئی شخص اپنے نبی کی بیوی کو برا بھلا نہیں کہتا اور ہمارے سید صاحب اپنے نبی کی بیویوں سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کو ناگفتہ بہ کلمات سے یاد فرماتے ہیں۔ غلام کی اس تقریر سے سارے مہمان سید صاحب کے اس ظاہری تقدس کے ساتھ باطنی خبث کا حال سنکر حیران رہگئے۔ اور سید صاحب تھوڑی دیر ساکت و پشیمان رہے اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ میں اپنے عقیدہ شنیعہ سے توبہ کرتا ہوں۔ غلام نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہاتھ لایئے میں بھی آج آپ کے ہاتھ پر یہودیت سے تائب ہوتا ہوں۔ الغرض ادہر سید صاحب رفض سے تائب ہوئے۔ اُدہر غلام یہودیت سے۔

نیز آیہ کریمہ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ سے بعض اکابر اہل سنت نے یہ استنباط کیا ہے کہ حضرات شیعہ مور سلیمانی سے بھی زیادہ کم عقل اور بے سمجھ ہیں۔ اس غریب چیونٹی نے تو اتنا بھی سمجھ لیا کہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کے رفقا اور اُن کے لشکری جان بوجھکر تو چیونٹیوں کا خون نہیں کریں گے۔ ہاں ناواقفیت میں ان کے پاؤں سے کوئی کچلی جائے تو کچلی جائے۔ کیونکہ یہ لوگ نبی کی صحبت یافتہ ہیں اور ان کے اخلاق فیضان حضوری بارگاہ نبوت سے آراستہ۔ ببرکت صحبت سلیمانی ان کے اخلاق ایسے محمود ہو رہے ہیں کہ اُن سے بالقصد ایک چیونٹی کی ایذا دہی بھی ناممکن ہے۔ اور صحبت انبیا ایسی اکسیر ہوتی ہے کہ آن کے آن میں لوگوں کو زر خالص بنا دیتی ہے۔ ان کے صحبت یافتہ تمامی اخلاق ردیہ سے پاک اور سارے غل و غش سے مبرا ہوتے ہیں۔ غرض چیونٹی تو انبیا کی فیضان صحبت کی حقیقت سے واقف ہو گئی۔ اور روافض و خوارج حضرت

فا شیعوں کا سلیمانی چیونٹی سے کم فہم ہونا۔

سیدالانبیاء علیہم السلام کی صحبت کیمیا خاصیت کی حقیقت سے ایسے ناواقف رہے کہ بارگاہ رسالت کے مقربان خاص ہی کو بدترین اوصاف سے متصف ماننے لگے۔ پس جب معاذاللہ حضرت خاتم الانبیاء کے خاص صحبت یافتہ اشخاص کی یہ حالت ہے کہ آپ کے فیضان صحبت اور سفر، حضر، دن، رات کی حضوری و ہمنشینی نے اُن کو برعکس فائدہ پہنچایا اور وہ باایںہمہ خدمت گذاری و جان نثاری بدترین امت ہو گئے۔ تو پچھلی امت کو ایسے نبی سے کیا توقع اور کونسی امید ہو سکتی ہے۔ استغفراللہ۔ ونعوذ باللہ۔

غرض اہل بصیرت و منصف طبیعت کی تنبیہ و عبرت کے لئے یہ واقعات کافی و بس ہیں۔ اور کور باطنوں کو بجز محرومی کے کوئی فائدہ نہیں۔ ولنعم ما قیل ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد ✽ تا دلِ صاحبدلے نامد بدرد

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ✽ میلش اندر طعنۂ پاکان زند"

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ امین ثم امین۔

(ف ۱) اور اگر یہ بات بھی تسلیم کر لیجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمامی ممالک کے مالک تھے اور آپ کے بعد آپ کے ورثہ مالک ہوئے تو کیا آپ کے وارث فقط حضرت سیدہ تھیں، کیا ازواج مطہرات و حضرت عباس عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو حق وراثت حاصل نہ تھا۔ پس بقاعدہ وراثت بھی حضرت سیدہ کو نصف جائداد سے زائد کا حق حاصل نہیں۔ اب اسی اصول سے خلافت کو بھی نصفا نصف تقسیم کیجئے۔ ولاقائل بہ۔

پھر اگر حضرت سیدہ وراثۃً مالک ہوئیں تو حضرت علیؓ کو کیا غایۃ ما فی الباب یہ ہونا چاہئے کہ جناب سیدہ خلیفہ و نائب رسول اللہ ٹھیریں۔ اور جناب امیر بہ نیابت فاطمی انتظام ملکی فرمائیں۔

(ف ۲) علاوہ بریں جس اتحاد کی بناء پر حضرت فاطمہ کے رہتے ہوئے باوجود ذاتی عدم استحقاق کے جناب امیر کو مستحق خلافت ٹھیراتے ہو اسی علاقۂ اتحاد کی وجہ سے امہات المومنین کو بطریق اول خلافت مصطفوی کا حق کامل حاصل تھا پس اب آپ ہی ما بہ الفرق بیان کیجئے کہ علاقۂ

؎۱ قال اللہ تعالےٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن الخ اس تشریح و تنصیص کے بعد بھی حضرات شیعہ ازواج مطہرات کے وارث ہونے سے انکار کر سکتے ہیں؟ ۱۲ منہ غفرلہٗ۔

ف ۱ کیا خلافت بطریق وراثت حضرت فاطمہ کو مل سکتی تھی؟ ف ۲ حضرت فاطمہ و جناب امیر و امہات المومنین و حضرت بشیر و نذیر صلوات اللہ علیہ و علیہم۔

زوجیت کی وجہ سے جناب امیر تو حضرت فاطمہؓ کی موجودگی میں خلیفہ مستقل بن جائیں اور ازواج مطہرات جناب رسالت مآب کے بعد بھی مستحق خلافت نہ ٹھیریں۔

اب جب ہم اس امر کو خیال کرتے ہیں۔ کہ جس درجہ کا رابطہ اتحاد حضرت سیدہ وجناب امیر میں پایا جاتا تھا اس درجہ کا رابطہ سید المرسلین اور امہات المومنین میں موجود تھا یا نہیں۔ اور اُس کے ساتھ اس امر کو بھی خیال کرتے ہیں کہ جناب امیر نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں آپ کے رنج وملال کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ اور ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کر لیا تھا اور ادھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک الملک والملکوت کی طرف سے ان بیویوں کے علاوہ کسی اور سے نکاح کی اجازت نہ رہی بلکہ ان کو چھوڑنے کی ممانعت قطعی کی گئی جس سے جناب باری کو ازواج مطہرات کی انتہائی خاطرداری مفہوم ہوتی ہے جو اہل فہم سے مخفی نہیں۔ تو ہمیں اس بات کے کہنے کا حق حاصل ہوتا ہے کہ اس طریق سے بھی ازواج مطہرات بوجہ قوت رابطہ اتحاد حضرت رسالت بطریق اولیٰ مستحق خلافت ثابت ہوتی ہیں۔

غرض بہ بیانات صدر ثابت ہو گیا کہ باعتبار دنیا بھی جناب امیر کسی طرح مستحق خلافت نہیں تھے۔

اب باعتبار دین[ف] استحقاق خلافت کو دیکھتے ہیں تو آپ کے ان دلائل سے باعتبار دین بھی جناب امیر کو استحقاق خلافت حاصل نہیں۔ کیونکہ بالفرض حضرت علیؓ اگر انفسنا میں داخل کئے گئے ہیں تو باعتبار مجاز۔ حقیقۃً نفس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو کوئی عاقل نہیں کہ سکتا۔ آپ کی یہ کم فہمی ہے۔ کہ مجاز پر احکام مختصہ[سلہ] حقیقت جاری کرنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی کسی ایسے شخص کو جو محرم کے نوحہ وماتم میں چست وچالاک ہوشیر کہدے تو کیا آپ وہاں بھی ایک دُم لگادینے کو مستعد ہوجائیں گے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور اگر حضرت علیؓ کو انفسنا میں داخل فرمایا۔ تو حضرت عباسؓ کے حق میں العباس منی وانا منہ ارشاد ہوا کما رواہ النسائی فی باب القود من المظلمہ۔ بلکہ بحسب بعض روایات حضرت عباسؓ کو وصی ووارث تک فرمایا گیا ہے۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مرقات میں لکھتے ہیں" وروی الخطیب عن ابن عباس مرفوعا العباس وصیی ووارثی"۔ اور جب کوئی شخص حدیث لانرث ولانورث کو تسلیم کرے گا تو ہم دونوں روایتوں میں اُس وقت تطبیق بھی دے لیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ وبحسن توفیقہ۔ بس اس روایت نے فیصلہ کر دیا کہ یا تو جناب امیر وارث ووصی نہیں ہوں گے اور اگر ہوں گے تو اس فضل میں منفرد نہیں رہیں گے۔ علاوہ اس کے معلوم نہیں حضرات شیعہ

ف انفسنا میں حضرت علیؓ شامل ہو کر مستحق خلافت ہوئے یا نہیں۔

سلہ کیا جس حضرت سیدہ بضعۃ الرسول ہیں آپ کو بضعۃ علی کہنے کی شیعہ جرأت کریں گے نعوذ باللہ۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم وغیرہ آیات قرآنی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کس کا نفس ناطقہ کہیں گے۔ علاوہ بریں انفس سے حضرت علیؓ مراد نہیں ہیں۔ والتفصیل فی المطولات۔ میں کہتا ہوں کہ انفس صیغہ جمع ہے۔ اس میں جناب امیر بلا اشتراکت احدے داخل نہیں ہو سکتے اور دلیل عام سے مدلول خاص کی تخصیص پر استدلال صحیح نہیں۔ کما لایخفیٰ علیٰ اولی النہیٰ۔

محی الدین۔ اچھا تو کیا یہ سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سلطنت جمہوری چھوڑی اس لئے وراثت، یا قرابت کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اُس کے لئے عوام جس کو پسند کریں وہی نائب رسول ہو۔ مگر یہ بدیہی البطلان ہے۔ اس لئے کہ اس وقت نائب رسول ہونے کے لئے خدا[1] یا رسول سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ لیکن ذرا غور تو کیجئے کہ کیا ایسے امر عظیم کا انتظام عوام کو چھوڑ دینا مناسب ہے۔ خدا کی راہ سخت ہے۔ اُس میں تکلیف۔ ایذا۔ صعوبت۔ صبر[2] تحمل ہے عوام کالانعام اس کو کب گوارا کریں گے۔ وہ تو جب چاہیں گے آرام وراحت عیش وعشرت چاہیں گے۔ اس لئے اپنا افسر بھی اُسی کو بنائیں گے جو اُن کے مطلب کا ہو یعنی حق پابندی شرع سے دور رہے۔ تہذیب انسانی سے کنارہ اور حیوانی[3] آزادی میں وسعت دے

مولانا۔ یہ خیال خام بھی شیعوں کے اصول ممہدہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان کی عقول ناقصہ احکم الحاکمین پر بھی حکومت کرتی ہیں۔ اُن کی عقل ناقص نے جس چیز کو چاہا خدا پر واجب کر دیا۔ کہ اس کا خلاف

---

[1] ہم نے تھوڑی دیر کیلئے تسلیم کر لیا کہ جناب امیر کی خلافت بلافصل منصوص من اللہ ہے اور آپ بلافصل نائب وخلیفہ رسول اللہ تھے صلی اللہ علیہ وسلم مگر کوئی شیعہ بتائے تو کہ آپ نے کام کیا کیا۔ بقول شیعہ کام تو یہی کیا کہ خلفائے ثلثہ کے بخوف ایذا وبطمع دنیا مطیع بن گئے۔ اور تقیہ کی آڑ میں سارا دین برباد ہونے دیا۔ اپنی عزت وآبرو کی بھی پرواہ نہ ہوئی۔ انا للہ۔ آپ کی خدائی خلافت کا خود آپ کو کس قدر فائدہ ہوا کہ دوسروں کو ہوتا۔ البتہ دینی فائدہ اگر نہیں ہوا تو خلفا ثلثہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے طفیل متاع دنیا کا تو فائدہ رہا۔ کہیں حضرت حنفیہ ہاتھ آئیں اور کہیں کچھ ملا او کہیں کچھ ۱۲ منہ غفرلہ۔

[2] حضرات شیخین نے تو اسقدر زاہدانہ زندگی بسر کی اور صبر وتحمل کو راہ دیا کہ اپنی اپنی اولاد کو اپنا جانشین تک نہ بنایا۔ بلکہ حضرت فاروق نے صاف فیصلہ کر دیا کہ عبد اللہ بن عمر کو ہرگز خلیفہ نہ بناؤ۔ اور جناب امیر باایں ہمہ زہد واعراض عن الدنیا عمر بھر خانہ جنگی میں مبتلا رہے۔ اور مسلمانوں کی خونریزی کے باعث ہوئے اور اپنے بعد بھی اپنی اولاد کی عدم تخلیف کی وصیت نہ فرمائی۔ اسی سے شیخین اور جناب امیر کے زہد وصبر وتحمل کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اتنی بڑی خلافت اور سلطنت سے اپنی اولاد کو محروم رکھنا کس قدر قابل تحمل ہے۔ مگر ان کو خیر خواہی امت کے مقابلہ میں متاع دنیا کی پروا نہ ہوئی۔ جزاہم اللہ خیرا عن جمیع المسلمین ۱۲ منہ غفرلہ اللہ۔

[3] کیا لف حریر۔ اتیان فی الدبر۔ عاریت فرج۔ متعہ۔ خصوصاً متعہ دوریہ وغیرہ سے بھی کوئی زیادہ قابل نفرین مثال حیوانی آزادی کی بجز حضرات امامیہ کے اور کہیں مل سکتی ہے۔ اس سے زیادہ آزادی کیا ہوگی کہ ماں بہن کی بھی تمیز نہ رہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔

کرنے سے حق سبحانہ بالکل مجبور ہو گیا اور اس کی متابعت جناب باری پر لازم ہو گئی۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے یہ بات بھی گھڑ لی کہ اقامت امام حق سبحانہ پر واجب ہے۔ پس امام کو ضرور منصوص من اللہ ہونا چاہئے۔ مگر یہ بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ جناب باری تو اپنی حکومت عامہ و تامہ کو اس شان سے بیان فرمائے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اور شیعی خدائے تعالے پر اپنی عقول ناقصہ کی متابعت لازمی بتائیں۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔

ف۱ اور اہل سنت فرماتے ہیں کہ خود مکلفین پر تقرر امام واجب ہے۔ شارع علیہ السلام کی طرف سے تنصیص ذوات ائمہ ضرور نہیں۔ البتہ شارع کی جانب سے رئیس و امام کے اوصاف کی تصریح ہوتی ہے۔ اس کے بعد اہل حل و عقد جس شخص کو مستجمع اوصاف امامۃ سمجھیں امام بنالیں۔ اور خدا کی طرف سے امام معین ہونے میں تو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام و حاکم کی تو اسلئے ضرورت ہے کہ وہ بوجہ شوکت ظاہری طوعاً و کرہاً جس طرح ممکن ہو لوگوں کو اتباع حق پر مجبور کرے۔ اور خدائے تعالے کا بلا اعطائے شوکت ظاہری فقط یہ کہدینا کہ فلاں شخص کو امام بنا ؤ ہرگز قرین مصلحت نہیں کیونکہ سفہاء الناس جس طرح ہزاروں احکام الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے اگر اس ایک حکم کو بھی تسلیم نہ کریں تو بظاہر ان کا کیا بگڑا۔ ہاں یہ فائدہ ضرور ہوا کہ امام مفروض الطاعۃ کو تسلیم نہ کرنے سے اس کا بھی ایک گناہ اُن کے سر رہا۔ پھر اگر آپ اسی اصلح للعباد سمجھتے ہیں تو

بریں عقل و دانش بباید گریست

بخلاف اس کے کہ جب لوگ خود کسی کو خلیفہ تسلیم کرلیں تو اس صورت میں بمقتضائے فطرت سلیمہ اُس کا اتباع ضروری ہو جاتا ہے۔ غرض امام کا بلا اعطائے شوکت ظاہری من جانب اللہ منصوص ہونا بندوں کے لئے رحمت نہیں۔ زحمت ہی زحمت ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ "اگر امر خلافت عوام کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو اپنے ہی ایسوں کو جو پابند شریعت نہ ہوں خلیفہ بنائیں گے" اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انتظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ احکام شرعیہ معطل رہجائیں گے" اس کا جواب ف۲ یہ ہے کہ محض اپنے زعم فاسد میں جمہور

ف ۱ مگر خدا کی شان ہے کہ خود شیعوں کی زبان و قلم سے ایسی بات نکل آتی ہے کہ ان کے دعاوی کاذبہ کی تکذیب کے لئے کافی و وافی ہوتی ہے۔ فی اللعل عن الصادق فغضب موسٰی واخذ بتلبیبه وقال اقتلت الاٰیه قال الخضر ان العقول لا تحکم علی امر الله بل امر الله یحکم علیها فسلم لما تریٰ واصبر علیها فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا انتهی ہدایات الرشید، منہ

ف۱ تعیین امام کس پر واجب ہے و بحث خلافت۔ ف۲ حضرت صدیق کی بیعت اُن ہی عوام نے کی تھی جن کی بیعت پر جناب امیر کو فخر تھا۔

صحابہ کو فاسق و بیدین ٹھیرا کر بطلان خلافت صدیقی کا دعویٰ کرنا سراسر جہل بلکہ خود مذہب تشیع کی بیخکنی ہے۔ ابھی ہم انشاء اللہ تعالےٰ کتب امامیہ سے ثابت کئے دیتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ اُن ہی لوگوں کے خلیفہ بنائے ہوئے تھے اور اُن ہی عوام نے خلافت صدیقی کو تسلیم کیا تھا جنکی بیعت پر جناب مرتضوی کو فخر تھا۔ اور جنکی ہی بیعت سے بمقابلہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ مستحق خلافت واحق بالا مامۃ ثابت ہوئے پس اگر وہ حضرات (نعوذ باللہ) عوام کالانعام تھے تو پھر جناب امیر نے خصم کے مقابلہ میں ایسی باطل دلیل سے اپنی خلافت کی حقیت ثابت کرنے کی کیوں غلط کوشش فرمائی جس سے بجز مسلمانوں کا خون بہانے کے اور کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ شیعوں کا رجسٹری شدہ اور ملائکہ کا مہری و دستخطی وصیت نامہ تو خلفائے راشدین ہی کے زمانہ میں ردی و باطل ہو چکا تھا۔ اور نہ چوبیس پچیس برس کی مدت میں کبھی اُس کا نفاذ ہوا اور پھر اس دوہری تمادی پر جو مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کی بیعت سے خلافت مرتضوی کا انعقاد ہوا تو اُسکو آپ نے عوام کالانعام کی ناکافی و ناجائز بیعت کہکر اُڑا دیا۔[1] کیا خوب ؎

این کار از تو آید شیعان چنیں کنند

کیوں نہیں۔ محبت وولا اسی کا نام ہے۔ شاید آپ نے اپنا معمول بہ اسی شعر کو بنا رکھا ہے ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی ✤ گو مشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد

دوسری کی ضد میں ناک کٹوانا اسی کو کہتے ہیں۔ خلافت صدیقی کو باطل کرنے کے لئے ایسی کوشش کی گئی کہ جناب امیر کی بنی بنائی خلافت کو ہوا میں اُڑا دیا۔ اب یہاں سے شیعوں کے اُس کید کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مکائد امامیہ میں لکھا ہے کہ علمائے شیعہ ابطال مذہب اہل سنت کی غرض سے اپنے کو حنفی شافعی مشہور کرتے ہیں اور پھر مذہب مخالف کو اپنے زعم میں بڑے زوروں سے باطل کر کے اُس مذہب کو جس سے اپنے کو منسوب کر رکھا ہے بالکل دلائل واہیہ مزخرفہ سے ثابت کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو بطلان مذاہب اربعہ کا یقین ہو جائے۔ تین مذہب کو تو اُس نے دلائل قویہ سے رد ہی کیا تھا۔ ایک مذہب کو جو ثابت کیا تو ایسے دلائل سے جو بدیہی البطلان ہیں۔ پھر یہ خود بخود باطل ہو گیا۔ پس یہی حال حضرت معترض

---

[1] پھر تو آپ نے حضرت معاویہ کی پوری تقلید کر لی اور اُن کا دعویٰ مان لیا۔ فقط اتنا فرق ہے کہ اُن کے نزدیک اگرچہ مہاجرین و انصار اہل حل و عقد تھے مگر نا اہل خلافت ان کی بیعت سے خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے جناب مرتضوی بھی بوجہ فقدان اہلبیت خلافت خلیفہ جائز نہیں ہوئے۔ اور آپ نے جناب امیر کو تو صالح للخلافہ ٹھیرایا۔ مگر اُن کی بیعت کرنے والوں کو جن کی بیعت کرنے سے آپ خلیفہ ہوئے عوام بنا دیا۔ غرض بطلان خلافت مرتضوی ہر طرح ثابت ہو گیا۔ طریقہ استدلال کا فرق مدعا کو مضر نہیں ہوتا۔ اب بھی آپ کو اپنے مقلد و شیعان معاویہ ہونے میں شبہ ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

کلمہ ہے کہ خلافت خلفائے ثلثہ کو جھوٹی روایتوں سے باطل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جناب امیر کی خلافت کو ایسی دلیل سے ثابت فرماتے ہیں جس کا بطلان اہل فہم سے مخفی نہیں۔

اب ہم موعودہ روایت کو نقل کرتے ہیں ذرا گوش ہوش سے سنئے نہج البلاغہ میں جناب امیر کا وہ خط جس کو آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف لکھا تھا یوں مرقوم ہے۔

ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ کان للہ رضیً فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الیٰ ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی ویصلہ جھنم وساءت مصیرا" یعنی میری بیعت اُن لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان سے بیعت کی تھی۔ اور اُن شرائط پر جن شرطوں پر اُن سے کی تھی۔ سو نہ حاضر کو خلاف کا اختیار ہے۔ اور نہ غائب ردو انکار کا مختار۔ شوریٰ فقط مہاجرین و انصار ہی کا حصہ ہے۔ اگر وہ کسی شخص کی خلافت پر متفق ہو جائیں اور اس کو خلیفہ نامزد کریں تو وہی خدا کی مرضی کے موافق ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص اُن کے اس اجماع سے کسی اعتراض یا بدعت کے ساتھ نکل بھاگنا چاہے تو اُس کو جہاں سے وہ نکل بھاگنا چاہتا ہے وہیں لوٹا دو۔ اور اگر (مہاجرین و انصار کے اجماع کے ساتھ دینے سے) انکار کرے تو اُس سے بوجہ اس کے کہ مسلمانوں کے راستہ سے خلاف چلا مقاتلہ کرو اور اس پر بھی باز نہ آئے گا تو جس چیز کا وہ متولی بنا ہے خدا اُس کو اُسی کا والی بنائے گا اور داخل جہنم فرمائے گا۔ اور جہنم بُرا ٹھکانا ہے"!

اس روایت نے بشرط انصاف و دیانت تمامی جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا اور اس سے چند باتیں مستفاد ہوئیں۔

(۱) جن لوگوں نے خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی اور اُن کو خلیفہ بنایا تھا خلیفہ کا انتخاب

ف ا ثبوت خلافت مرتضوی باجماع صحابہ و استدلال جناب امیر از اجماع صحابہ

ف اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح بوقت بیعت حضرت عثمان سے اتباع سیرت شیخین کی شرط کی گئی تھی جناب امیر سے بھی کی گئی تھی۔ اور اس کو انہوں نے برضائے قلب منظور فرمایا تھا اگر اس پر بھی شیعی جناب امیر کو عہد شکن و بدعہد اور آپ کے عہد کو منافقانہ عہد قرار دیں تو وہ جائیں اور اُن کا ایمان۔ اور یہ شرط تو ایسی ضروری تھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ بھی جس کو حضرت معاویہؓ کے صلحنامہ میں فروگذاشت نہیں کیا۔ دیکھو اپنی تاریخ حبیب السیر ۱۲ منہ عفر اللہ لہ۔

فی الحقیقت اُن ہی کی مرضی پر موقوف ہے اور یہ بات اُن حضرات کی حقانیت اور برگزیدگی کی بیّن دلیل ہے۔

(۲) خلافت خلفاء ثلثہ حق تھی۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی تھی۔ ورنہ مہاجرین وانصار کا بیعت خلفاء ثلثہ پر متفق ہونا وصیت نبوی کے مخالف اور مرضی الٰہی کے خلاف ٹھیرے گا۔ حالانکہ یہ حسب ارشاد معصوم سراپا غلط ہے۔

(۴) اکثر اہل حل وعقد کی بیعت انعقاد امامۃ کیلئے کافی ہے۔ بعض کی غیر حاضری خواہ جناب امیر ہوں یا کسے باشد قادح اجماع وصحت خلافت نہیں۔

(۵) حضرت امیر کو عامۂ مہاجرین وانصار کی بیعت کے بعد خلافت صدیقی سے انکار کرنا ہرگز جائز نہ تھا اور نہ انکار مرتضوی انعقاد خلافت صدیقی کو کچھ مضر۔

(۶) حضرت فاروق کا جناب امیر کو دکمانا (کما زعموم الشیعہ) بوجہ انکار خلافت صدیقی ڈرانا دھمکانا بمقتضاے ردوہ الی ماخرج منہ فان ابی فاقتلوہ عین تعمیل ارشاد مرتضوی تھی۔ پس وہ محل انکار نہیں دکما تری، کیا اجماع مہاجرین وانصار سے انحراف اپنے ارشاد کے خلاف جناب امیر کو جائز تھا۔ اور اگر کوئی اس قول کو تقیہ پر محمول کرکے مخالفت اجماع کے ہونے کی صورت نکالے تو اُس دشمن دانا۔ یا دوست نادان کو آیت کریمہ یَاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝ کا مصداق جناب امیر کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ دشمن دانا کا تو یہی شیوہ ہے کہ ابن سبا کی طرح دوستی کے پیرایہ میں وہ ہاتھ صاف کرتے ہیں اور دوست نادان بوجہ نادانی عیب کو ہنر سمجھکر ملزم بناتے ہیں۔ اور اگر کوئی بہت کھینچ تان کر بقوائے الغریق یتشبث بکل حشیش۔ الحرب خدعۃ کو رفع الزام کی دلیل بنائے گا۔ تو اُس کو یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس طرح جناب امیر درباب انکار خلافت صدیقی مخالفت اجماع کے الزام سے پاک ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی درباب مخالفت مرتضوی جناب امیر کے طعن انکار اجماع سے مبرا۔ خیر یہی سہی ؎

ف۱ حالانکہ یہ تقیہ کا محل نہیں تھا حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں اگر تقیہ آپ کو جائز ہوتا تو جنگ وجدال کی نوبت کیوں آتی۔ خلفاء ثلثہ کی طرح ان کے مقابلہ میں بھی آپ دم بخود رہتے ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

ف۲ حالانکہ خدعۃ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آدمی جھوٹ کا دفتر کھول بیٹھے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ آدمی ایسی تدبیر کرے یا ایسا ذو معنی کلام بولے جس سے کو اس کے دلی ارادہ وحقیقی راز کا پتہ نہ لگے اور قابل خصم کے غلط فہمی سے فائدہ اٹھائے قال الطبری انما یجوز من الکذب فی الحرب المعاریض دون حقیقۃ الکذب فانہ لا یحل ہذا کلامہ۔ نووی شرح مسلم تحت ہذا الحدیث ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

ف۱ بقول جناب امیر آپ کے لئے کوئی وصیت نہیں تھی۔ ف۲ حضرت فاروق کا جناب امیر کو بوجہ انکار خلافت صدیقی ڈرانا دھمکانا [illegible]

ع من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔ نہ تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرو نہ سیدنا امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ پر کوئی الزام آئے۔

(۷) اجماع مسلمین کا خلاف موجب دخول نار ہے (کما دل علیہ کلام المعصوم)[ف۱] اب نتیجہ کو مدنظر رکھ کر خواہ امیرالمومنین کو منکر بیعت خلفائے ثلثہ ٹھیرا کر آپ کو مخالف اجماع ٹھیرایئے یا جو چاہے فرمایئے۔

تنبیہ

بطور شیعہ غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں نے اسی وجہ سے جناب مرتضوی اور اُن کی چند اولاد امجاد کو امیرالمومنین بنا لیا اور خلافت مصطفوی کو ان ہی حضرات کے لئے مخصوص کر دیا ہے جن کی اتباع میں پابندی شریعت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ایک تقیہ کی آڑ میں تمام محرمات شرعیہ جائز ہو گئیں۔ پابندی شریعت سے آزادی مل گئی۔ جس مذہب میں بروقت ضرورت ماں۔ بہن۔ تک حرام قطعی نہ رہے بلکہ بصورت رفع احتمالات حلال ہو جائے۔ فقط ایک چیتھڑے[ف۲] کی ضرورت رہے تو اس آزادی اور از خود رفتگی کا کیا ٹھکانا ہے۔ نعوذ باللہ من الفتن۔

محی الدین۔ خیر وہ فی نفسہٖ جیسے ہوں[ف] ۔ مگر اتنی بات تو ضرور معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ خود کتب اہلسنت میں موجود ہے کہ اس وقت فضیلت روحانی کا مطلق لحاظ نہیں تھا۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے گروہ سے ایک آدمی کو نامزد کرتا تھا۔ اور مہاجرین و انصار میں پورا اختلاف تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے فرقے کی تائید پر تھا۔ اور قابلیت خلیفہ کا مطلق لحاظ نہ تھا۔ تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ بلا لحاظ قابلیت ظاہری و

ف۱ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انعقاد اجماع کے لئے عصمت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جن مہاجرین و انصار کی بیعت سے آپ اپنا خلیفہ برحق ہونا ثابت کرتے ہیں اور اُن کے اجماع کو حجت ٹھیراتے ہیں۔ وہ باتفاق فریقین معصوم نہیں تھے۔ فثبت المدعا ۱۲ منہ غفر اللہ لہ

ف۲ صاحب ہدایات الرشید مستغفار اللہ جمیع المسلمین بطول بقائہ ارقام فرماتے ہیں معجب تحریر آپ کے امام سیزدہم باقر مجلسی کے لف حریر میں حرمت احتمالی ہے۔ حق الیقین کے صفحہ ۳۳۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے وحرمت وطی محارم بالف ذکر بحریر بنا بر احتمالے بلکہ عدم قول بجز مطلق او ۔۔۔ س میں آپ کے علامہ مجلسی صاحب نے جس احتمال پر حرمت کو ثابت تحریر کیا ہے اُس کو آپ ہی خوب سمجھے ہوں گے۔ عجب نہیں کہ یہ حرمت بسبب کھل جانے حریر کے ذکر سے ہو۔ یا بسبب رقیق ہونے کپڑے کے احتمال وصول حرارت فرج بسوئے ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علوق کی وجہ سے یہ حرمت ہو۔ بہرکیف یہ حرمت کچھ قطعی نہیں بلکہ صرف احتمالی ہے جس کی رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات ضروری نہ ہوئی۔ اور اب تو اہل یورپ کے طفیل یہ سامان خدشات جاتے رہے۔ بر مائی تھیلی لگا لو پھر بے دھڑک جو چاہو کرو ۱۲ منہ؁

ف بوقت بیعت صدیقؓ فضیلت روحانی کا لحاظ تھا یا نہیں۔